عظمتِ رسولؐ

قرآن سے

مصنف: الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی(مجتہد)
ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس

مصنف کا مختصر سا تعارف:۔

الفقیہ الحکیم السیّد محمد احسن زیدی صاحب ڈاکٹر آف ریلیجنز اینڈ سائنس کے نام سے پاکستان اور ہندوستان کے علماء بخوبی واقف ہیں۔آپ کے ہزارہا مضامین ملکی وغیر ملکی رسالوں میں چھپ چکے ہیں۔اور لاتعداد کتابیں آپ نے تصنیف فرمائی ہیں۔ آپ 19 سال کی عمر میں جامع ازھر (مصر) سے اعلیٰ ترین سند شہادت العالمیہ حاصل کرچکے تھے۔بعدازاں بیروت یونیورسٹی میں تعلیمی مدارج طے کرکے پرنسٹن یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ آف ریلیجنز اینڈ سائنس کی ڈگری حاصل کی۔آپ کی یہ سندات، پیشہ ورانہ سندات مثلاً ایروناٹیکل انجنئرنگ، ایم ایس سی فزکس، ایم ایس سی نیوکلئیر سائنس اور قُم سے اجتہاد کی سند کے علاوہ تھیں۔

اپنے والد بزرگوار السیّد بشیر حسین صاحب کی نصیحت کے مطابق آپ نے ان تمام زبانوں پر عبور حاصل کیا جن میں الہامی کتابیں نازل ہوئی تھیں۔اس کے علاوہ آپ طب، حدیث، منطق، فلسفہ، تصوف، علم الطبیعات، علم الکیمیاء، علم الابدان، علم ریاضی، علم الکلام، لغت، عربی ادب، علم قانون، مختصر یہ کہ علم کی تقریباً ہر شاخ خواہ وہ روحانی ہو یا مادی، سے آپ پوری طرح واقف تھے۔جس کا اندازہ اُن کی لاکھوں صفحات پر پھیلی ہوئی تصنیفات وتالیفات کو پڑھ کر بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔جن میں سے چند نام یہ ہیں۔

ترجمہ وتفسیر قرآن مجید　نماز کے احکام　اسلام اور علمائے اسلام　ترجمہ وتشریح نہج البلاغہ　اسلام میں نظامِ ہدایت وتقلید

مذہب شیعہ ایک ہمہ گیر قوت　مواخذہ　مرکزِ انسانیت　ہزار سالہ جوان سازش　نظامِ مصطفیٰؐ اور مساوات

واقعاتِ کربلا　الجمعۃ الواجبہ　والدازم　احمدی تحریک ہماری نظر میں　احسن الحدیث، وغیرہ وغیرہ

التماس:۔

ہر چند یہ کوشش کی گئی ہے کہ یہ کتاب معیاری بنے اور مشینی غلطیوں سے پاک رہے۔اگر معزز قارئین کو اس کتاب میں کوئی کمپوزنگ کی غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع فرمائیں۔ہم انتہائی شکریہ کے ساتھ قبول کریں گے اور آئندہ آنے والے ایڈیشن میں درستگی کے ساتھ شائع کریں گے۔کتاب کے معیار کو مزید بہتر بنانے کیلئے قارئین کی تجاویز بھی شکریہ کے ساتھ قبول کی جائیں گی۔

اس کتاب میں قرآن مجید کی آیات کے حوالہ جات جگہ جگہ دیے گئے ہیں۔ان میں اوپر کا ہندسہ سورۃ کا نمبر اور نیچے آیت کا نمبر ہے۔مثلاً ۔’’25/30‘‘۔اس میں 25 سورۃ الفرقان اور 30 آیت کا نمبر ہے۔بعض قرآن مجید کے نسخوں میں مترجمین نے آیات کے نمبر آگے پیچھے کر دیے ہیں جہاں حوالے والی آیت نہ مل رہی ہو وہاں ایک دو آیت آگے پیچھے دیکھ لیں۔

لمحہِ فکریہ ! کیا مذہب ناکام ہوگیا ہے؟

مذہب ناکام نہیں ہوسکتا۔ یہ بات واضح کی جاچکی ہے کہ مذہب کیسا بھی ہو، ناکام نہیں ہوسکتا۔ راھرو کی ناکامی مذہب کی ناکامی یا غلطی نہیں ہے بلکہ مذہب کے انتخاب میں غلطی کی وجہ سے راھرو ناکام ہوا ہے۔ اس لئے کہ وہ جس نتیجہ یا منزل پر پہنچا ہے وہ راستہ یا مذہب اُسے وہیں لاسکتا تھا۔ چنانچہ نتیجے یا منزل کو دیکھ کر کامیابی اور ناکامی کا فیصلہ نہایت آسان ہے۔ جو کچھ آپ کا مقصد تھا اگر وہ حاصل ہوگیا ہے تو آپ کا طریق کار یا مذہب آپ کے اس مقصد کے لئے بالکل صحیح تھا۔ ورنہ آپ کے انتخاب میں غلطی ثابت ہوگئی ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ آپ تنگدستی کی زندگی سے نکل کر خوشحالی کی منزل پر جا پہنچیں۔ اس مقصد کے لئے آپ کی راہنمائی کوئی کنگال شخص نہیں کرسکتا۔ آپ ایسے کامیاب اور خوشحال شخص سے ملیں جو اپنے کردار کی بناء پر کامیابی کی منزل تک پہنچا ہو۔ اگر وہ صحیح راستہ بتانے میں کمی نہ کرے، فریب نہ دے اور آپ اُس کامیاب کرنے والے راستے پر چلنے میں غلط روی نہ کریں تو آپکی کامیابی لازم ہے اور آپ کی ناکامی اس بات کا ثبوت ہوگی کہ یا رہنمائی غلط تھی یا آپ کا رویہ غلط تھا۔ غلطی کا نتیجہ ہمیشہ غلط نکلنا لازم ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوگیا کہ **کامیابی کے لئے آپکی راہنمائی غلطیوں سے پاک ہونا لازم ہے۔**

سفرِ حیات میں انسان کے لئے ہر ہر قدم پر صحیح راہنما اور راہنمائی کی ضرورت ہے۔ پیدائش سے لیکر موت تک کا سفر ایسے راہنما کے قدم بقدم ہونا چاہیے جو پہلے نمبر پر خود کامیاب سفر کررہا ہو اور دوسرے نمبر پر وہ اس کا ذمہ لے کہ اپنی طرح آپ کو بھی ہر قدم پر کامیاب کرتا جائیگا۔ جو شخص خود ہی ناکام ہو وہ ہرگز کامیاب راہنما نہیں ہوسکتا۔ اس معیار پر آج کے تمام مذہبی راہنما ناکام ثابت ہو چکے ہیں۔ اُن کی ناکامی کو لوگوں نے مذہب کی ناکامی سمجھا ہے اور ان غلط رہنماؤں کو چھوڑنے کی بجائے مذہب کو چھوڑا جارہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان مذہبی راہنماؤں نے اپنے چند مقاصد کو سامنے رکھا اور ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے مذہبی تعلیمات میں خود ساختہ راہنمائی کو داخل رکھا اور اس خانہ ساز ہدایت کاری کو مذہب کہہ کر اپنے پیروؤں کو یہاں تک لے آئے کہ آج ہر مذہب کے عوام وخواص مذہب کے خلاف صف بستہ ہورہے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ آپ پلٹ کر اپنے اپنے مذہبی لیڈروں سے کھل کر گفتگو کریں اور اپنی ناکامیوں کے لئے ان سے تفصیلی صورت حال بیان کریں۔ اپنے مذہب کا ایک ایک عقیدہ اور ایک ایک عمل ان کے سامنے رکھیں۔ ہر عقیدہ اور ہر عمل کا سبب معلوم کریں اور یہ دریافت کریں کہ فلاں عمل یا فلاں

عبادت کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ اور سب سے ضروری بات یہ ہے کہ آیا ان مذہبی لیڈروں نے ان عقائد وعبادات کے وہ نتائج حاصل کر لئے ہیں جو مذہب نے بیان کیے تھے؟ اگر وہ خود بھی ان نتائج کو بر آمد نہیں کر سکے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ان سے کم علم اور کم استطاعت کے لوگ کامیاب ہوسکیں؟ یہاں مذہبی لیڈروں یا مذہبی نمائندوں کو بھی یہ بات نوٹ کر لینی چاہئے کہ خواہ ان کے مذاہب کے عوام ان سے سوال کریں یا نہ کریں۔ مگر وہ حضرات یہ یقین فرمالیں کہ یہ سوالات ہر شخص کے قلب میں ان کے اور ان کے بیان کردہ مذہب کے خلاف ہنگامہ پیدا کئے ہوئے ہیں۔ لوگوں کا نہ پوچھنا زیادہ تر اس یقین پر مبنی ہے کہ ان سوالات کا جواب دینے سے آپ قاصر ہیں۔ کچھ لوگ اس لئے دریافت نہیں کرتے کہ وہ آپ کا بھرم کھلنے سے قوم کی ہوا خیزی سمجھتے ہیں۔ کچھ لوگ آپ کے معاشی مفادات میں شریک ہیں اور آپ کے نقصان کو اپنے نقصان کے مترادف سمجھتے ہیں۔ بہر حال آپ کو چاہئے کہ ایسے سوالات کے ایسے جوابات دینا شروع کریں جو اس مذہبی ہیجان اور شکوک وشبہات کے طوفان کو حقیقت حال کے سامنے رکھ کر لوگوں کو مطمئن کر دیں اور ان کی عملی زندگی میں ان کی پیش آمدہ دقتوں کا حل بن جائیں۔ یہ بھی نوٹ کر لیجئے کہ لعن طعن لاحول ونعوذ باللہ اور رعب وتحکم اور دھمکیوں سے اب اُلٹا اثر پیدا کرنا بند کر دیں۔ عوام کے ساتھ محبت وشفقت اور حقیقت پسندی کا رویہ اختیار فرمائیں۔ یاد رکھئے دوسرے ممالک میں جو کچھ ہوا وہ ہماری اس قسم کی نصیحتوں کی خلاف ورزی کا نتیجہ تھا۔ اگر وہاں ہماری نصیحتوں پر علماء نے عمل کیا ہوتا تو صورت حال بدل جاتی اور ان کا مقام باقی رہتا۔ مگر بعض شر پسند علماء نے جھوٹا اختیار چھن جانے کے بعد بھی فتنہ وفساد پھیلانے پر کمر باندھے رکھی۔ آخر عوام نے ان کی رہی سہی پوزیشن بھی ملیا میٹ کر دی۔ جس کا رونا آپ آج رو رہے ہیں۔ ہمیں ڈر ہے کہ کل آپ پر نہ رویا جائے۔ لہٰذا مصلحت بینی، دور اندیشی اور مفاد بنی نوع انسان کا خیال فرمائیں اور مذہب کو اس کے صحیح اغراض ومقاصد کے ساتھ پیش فرمائیں۔ دنیا کا کوئی ملک ہو اُس کے عوام محمدؐ وآل محمدؐ صلوٰۃ اللہ علیہم کے طریقہ کار اور مذہبی اغراض ومقاصد کے خلاف نہیں ہیں۔ بلکہ اُسی مذہب کو نافذ کرنے کے لئے شعوری ولاشعوری طور پر کوشاں ہیں۔ آپ نہایت سہولت سے ان کے اقدامات کا رخ صحیح سمت میں بدل سکتے ہیں۔ اے کاش آپ غور فرمائیں اور عمل کریں۔ والسلام

خادم المسلمین

السیّد محمد احسن زیدی مجتہد

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ O

(1) اگر آپ کسی ایسے بلند مقام پر تشریف لے جائیں ۔ جہاں سے آپ کو پاکستان کے تمام چھاپہ خانے نظر آنے لگیں۔ اور آپ ہر تازہ چھپنے والی مذہبی کتاب کو دیکھ سکیں ۔ تو یقیناً آپ دیکھیں گے کہ اُن مذہبی کتابوں کے لکھنے والوں میں شاذو نادر ہی کسی مقدس اور بڑے عالم کا نام ملتا ہے ۔ ورنہ عام طور پر یہ سب مُصنّفین ایسے ہوں گے جن کو اسلام کے مقدس علماء ہرگز عالم ماننے کو تیار نہیں ۔ اسی جگہ یہ بھی سمجھ لیں کہ یہ صورتحال صرف پاکستان تک ہی محدود نہیں بلکہ پوری دنیائے اسلام کا یہی حال ملے گا۔

(2) آپ زیرلب مسکرا رہے ہیں اور سوچ رہے ہیں کہ، جب ایسا بلند کوئی مقام موجود ہی نہیں ہے، تو ہم وہاں کیسے چڑھیں گے؟ اور اگر ہو بھی تو، ہمیں وہ دوربین کہاں سے ملے گی جس سے ہم ساری دنیا میں روزانہ شائع ہونے والی کتابوں اور مصنفین کے نام پڑھ سکیں؟ ۔ چنانچہ یہ دعویٰ ہی ناقابل تصدیق ہے۔ آپ کی بات معقول ہے۔ لیکن ہمیں سرکار سے یہ عرض کرنا ہے کہ ہر مطبع (PRESS) میں، ہر چھپنے والی کتاب کی کم از کم چند جلدیں رکھ لی جاتی ہیں ۔ جن میں سے کم از کم چار جلدیں گورنمنٹ کو سونپنا لازمی ہے۔ لہٰذا ہر ملک کی گورنمنٹ وہ بلند مقام رکھتی ہے جس کا تذکرہ کیا گیا۔ اور ہر گورنمنٹ کا ایک ذمہ دار محکمہ وہ آنکھیں رکھتا ہے جن کی آپ کو تلاش ہے ۔ چنانچہ اگر کوئی شخص چاہے کہ اسے روزانہ شائع ہونے والی کتابوں اور مصنفین کے نام معلوم ہوتے رہیں ۔ اِس کا پہلے سے انتظام موجود ہے۔ اب اگر ہم گورنمنٹ کے اِس مستحکم نظام سے ناواقف ہوں تو یہ ہماری اپنی کمزوری ہے نہ کہ نظام حکومت کی ۔ لہٰذا ہمارا دعویٰ حقائق اور واقعات پر مبنی ہے۔ جس کی روزانہ تصدیق ہو رہی ہے، مگر اس قسم کی معلومات کی ضرورت صرف ان لوگوں کو رہتی ہے، جو امت مسلمہ کی مجموعی رفتار پر نظر رکھنا چاہتے ہوں اور جن کے مقاصد کسی نہ کسی طرح پوری امتِ مسلمہ کی مجموعی حالت سے متعلق ہوں۔

(3) اسکے بعد اگر آپ اُسی بلند مقام سے یہ دیکھنا شروع کریں کہ آج کل روزانہ شائع ہونے والی مذہبی کتابوں میں کتنی کتابیں ایسی لکھی جاتی ہیں کہ جن میں پوری امت مسلمہ کی فلاح و بہبود کو مدنظر رکھا گیا ہے؟ ۔ افسوس ہے کہ اس تلاش میں آپ ناکام رہیں گے ۔ جگہ جگہ آپ کو اصلاح کے دعووں کی آڑ میں طعن و تشنیع سے دوچار ہونا پڑے گا۔ آیات اور احادیث کو مسلمانوں کی تباہی کے لئے تیر و کمان کی جگہ استعمال ہوتے دیکھنا ہوگا، اللہ و رسولؐ کا نام لے لے کر مسلمانوں پر کفر و بے دینی کے

فتوے لگتے نظر آئیں گے۔ ہر کتاب میں جذبۂ نفرت کو اُبھار اُبھار کر مسلمانوں کو ایک دوسرے کے خلاف آمادۂ پیکار کرنے کا کمال نظر آئے گا۔اور آخرکار یہ یقین ہوجائے گا۔کہ یہ سب ایک دوسرے کو ہڑپ کرنے کی تاک میں رہتے ہیں اور یہ کہ:۔

(4) رفتہ رفتہ وہ زمانہ آ گیا ہے۔کہ علمائے اسلام نے مسلمانوں کی مجموعی اصلاح وفلاح کو تھک کر نظر انداز کر دیا ہے۔ وہ مسلمانوں میں اتحاد قائم کرنے سے نہ صرف مایوس ہو چکے ہیں بلکہ اب ان کی تمام تقریریں، تمام تحریریں اور تمام کوششیں، بڑے اطمینان کے ساتھ فرقہ وارانہ استحکام پر صرف ہورہی ہیں۔یعنی اب وہ یہ چاہتے ہیں کہ سوائے اُن کے اپنے فرقے کے باقی تمام اسلامی فرقے مٹ جائیں ذرا سا غور کیجئے کہ ہر فرقہ کی طرف سے اس قسم کی ایماندارانہ اور منظّم کوششیں امت مسلمہ کے حق میں کس قدر نقصان پہنچانے والی اور تباہ کُن ہوسکتی ہیں فرض کیجئے کہ آپ ایک شخص کو یہ دعا مانگتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ:۔''اے خدا! میرے فرقے کے علاوہ تمام اسلامی فرقوں کو نیست ونابود کردے''۔

کیا آپ اس دعا پر آمین کہنے کو تیار ہیں؟ ہم کہتے ہیں کہ ایسی دعا کرنے والا اور اُس پر آمین کہنے والا دونوں اسلام اور مسلمانوں کے دشمن ہیں یا کم از کم تعلیمات اسلام سے قطعاً بے بہرہ اور جاہل ہیں۔اس لئے کہ اسلام کے راہنماؤںؑ نے تمام مومنین اور مومنات اور تمام مسلمان مَردوں اور تمام مسلمان عورتوں کے لئے مغفرت اور خوشحالی کی دعائیں مانگنا لازم قرار دیا ہے۔ چنانچہ ان کی دعائیں، اُن کے جمعہ اور جماعت اور عیدین کے خطبات ہمارے بیان پر آج تک گواہ ہیں مثلاً فرمایا:۔

۔''خدایا مومنین اور مومنات اور مسلمین اور مسلمان عورتوں کی مغفرت فرمادے۔خدایا اُن کیلئے تقوٰی کو زادِ راہ بنادے۔ اورانکے دلوں میں ایمان اور حکمت کوراسخ کردے''۔

۔''خدایا مومنین ومؤمنات اور مُسلمین اور مُسلمات میں سے جو وفات پاگئے ہیں اُن کی مغفرت فرما''۔

اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤمِنَاتِ وَالۡمُسۡلِمِیۡنَ وَالۡمُسۡلِمَاتِ۔ اَللّٰھُمَّ اجۡعَلِ التَّقوٰی زَادَھُمۡ ۔ وَالۡاِیۡمَانَ وَالۡحِکۡمَۃَ فِیۡ قُلُوۡبِھِمۡ.....الخ
اَللّٰھُمَّ اغۡفِرۡ لِمَنۡ تَوَفّٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنَاتِ وَالۡمُسۡلِمِیۡنَ وَالۡمُسۡلِمَاتِO

(5) یہ دوسری بات ہے کہ ہم اُن دعاؤں اور خطبات کے مطالب ومفاہیم بیان ہی نہ کریں۔اور اس اُمت کو جاہل رکھنے میں اپنی عافیت دیکھیں۔ہمیں معلوم ہے کہ اسلامی فرقوں میں بڑے بڑے اور شدید اختلافات ہیں۔لیکن ہمیں یہ بھی تو

معلوم ہے کہ یہ اختلافات آسمان سے نہیں برسے، زمین سے نہیں نکل پڑے، قرآن کریم کے ساتھ نازل نہیں ہوئے۔ یہ اختلافات یا تو خودغرض انسانوں نے پیدا کئے ہیں تاکہ اُن کے ذاتی مقاصد برآئیں یا پھر بعض اختلافات عقلی سطح کے اختلاف کی وجہ سے، دیانت دارانہ علمی حیثیت سے پیدا ہوئے ہیں۔ان اختلافات کی وجہ سے ہمارا گھبرا جانا یا مسلمانوں کی اصلاح سے مایوس ہو جانا بڑی خطرناک غلطی ہے۔اوراس سے بھی خطرناک عمل درآمد یہ ہے کہ ہم ان ہی اختلافات کا سہارا لے کر مسلمانوں میں روز افزوں نفرت اور دشمنی کی تبلیغ شروع کر دیں۔ہمیں ان اختلافات کا حل سوچنا چاہئے ۔ہمیں اپنی پوری علمی بضاعت اس بات پر خرچ کر ڈالنا چاہئے کہ یہ اختلافات مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔علمائے اسلام کو اُمت کے اوران اختلافات کے درمیان سینہ سپر بن کر کھڑا ہو جانا چاہئے۔تاکہ ان اختلافات کا مُضر اثر مسلمانوں کی روزانہ کی زندگی اور فلاح و بہبود پر نہ پڑنے پائے۔

(6) ہمدردانِ اُمتِ مُسلمہ کو یہ سوچنا چاہئے کہ آج تک اس دنیا میں کسی انسان نے جان بوجھ کر کسی غلط اور نقصان پہنچانے والے مذہب کو پسند کر کے اختیار نہیں کیا۔ ہمارا منشاء یہ نہیں ہے کہ اس دنیا میں کوئی مذہب غلط نہ تھا چنانچہ آج بھی بہت سے مذاہب ایسے ہیں جن میں حقیقت کا نام ونشان تک نہیں ملتا۔جن کا خداوند عالم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔لیکن ہمارا کہنا یہ ہے کہ ہر انسان نے جو مذہب بھی اختیار کیا۔یعنی جو سامان اُس کے سامنے پیش کیا گیا اُس میں اُسے واضح طور پر کوئی غلطی نظر نہ آئی۔ مذہبی نمائندوں نے اس کا کسی طرح اطمینان کرا دیا۔یہی وہ مقام ہے جہاں خودغرض اور پختہ کار لوگ سادہ عقلوں کو فریب دیتے ہیں۔دین کے نام سے فریب دینے والے ہمیشہ سے موجود رہتے چلے آئے ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گے ان لوگوں کا درحقیقت کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ یہ حضرات جس مذہب کو یا جن اصولوں کو اپنے لئے موزوں دیکھتے ہیں اُسی مذہب یا انہی اصولوں کی آڑ لے لیا کرتے ہیں۔قرآن کریم نے ایسے انسانوں کی باقاعدہ تاریخ بیان کی ہے۔اُن کا طریق کار، اُن کے مقاصداوراُن کو پہچاننے کا طریقہ بتایا ہے۔اُدھر جب تک انسان بچوں کی صورت میں پیدا ہوتے رہیں گے، جب تک وہ جوان اور بوڑھے ہوتے رہیں گے، جب تک علم وعقل کی ترقی ممکن رہے گی، انسانوں کی عقل اور علم میں اُس وقت تک ضرور اختلاف رہے گا اور جب یہ ثابت ہو چکا کہ سارے انسان نہ بیک وقت جوان ہو سکتے ہیں نہ پوری بنی نوع انسان بیک وقت بوڑھی ہو سکتی ہے تو یہ بھی یقینی امر ہے کہ سارے انسانوں کی عقل کسی وقت بھی کسی ایک درجہ میں جمع نہیں ہوسکتی۔لہٰذا عقول اِنسانی میں

ہمیشہ اختلاف رہتا چلا جائے گا۔ دوسرے الفاظ میں یہ بھی صحیح ہے کہ انسانوں کو بہکانا اور ہدایت کرنا بھی ہمیشہ ممکن رہے گا۔ لٰہذا عقلمند انسانوں کو اختلافِ مذہب اور عقائد سے خوف زدہ ہوکر مایوس نہ ہوجانا چاہئے۔ بلکہ پہلے نمبر پر یہ سمجھ لینا چاہیے کہ عقلی اختلاف خدا کو منظور ہے، اس لئے مفید اور ضروری ہے۔ پھر یہ کہ ذاتی اغراض اور مقاصد کے لئے خواہ مخواہ اختلاف پیدا کرنا باطل ہے اور خالقِ عالم کو ناپسند اور انسانوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ ہم میں بچے بھی ہیں اور رہیں گے، ہم میں ان پڑھ بھی ہیں اور رہتے چلے جائیں گے۔ ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم ہر فردِ انسانی کو پوری پوری رعایت دیں۔ ہر شخص کی قابلیت اور موجودہ اہلیت اور عقل کا ہر معاملہ میں لحاظ رکھیں۔ اسی لئے فرمایا گیا تھا کہ "انسانوں کی عقل کو ملحوظ رکھ کر اُن سے بات کیا کرو"۔ بارش کیوں ہوتی ہے؟ مینہ کیسے برستا ہے؟ آسمان پر پانی کیسے پہنچتا ہے؟ بارش کون برساتا ہے؟ کیا آپ ان سوالوں کا کوئی ایسا ایک جواب دے سکتے ہیں۔ جس کو ہر بول سکنے والا بچہ، ہر بوڑھا اور ہر جوان، ہر ان پڑھ آدمی صحیح صورت میں سمجھ کر دوسروں کو سمجھا سکے؟ ہمارا دعویٰ ہے کہ ایسا جواب نہ آج تک دیا گیا اور نہ آئندہ دیا جاسکتا ہے۔ لٰہذا کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ بارش ہوتی ہی نہیں ہے۔ کیا ہم یہ طے کرلیں کہ ان سوالات کا جواب دیا ہی نہیں جاسکتا؟۔ پھر کیا آپ نے کہیں ان سوالات اور ان کے جوابات پر لوگوں میں جنگ ہوتے یا جھگڑا اور مناظرہ ہوتے دیکھا ہے؟ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ ان سوالات کے تمام جوابات مختلف ہوتے ہوئے بھی فساد کا باعث نہیں بنتے۔ ہر عمر کا آدمی بارش کی طرف سے مطمئن ہے۔ صرف اس لئے کہ اُسے اُس کی موجودہ عقل کے مطابق جواب نے مطمئن کردیا ہے۔ اُدھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بچہ جس جواب پر مطمئن ہے وہ جواب خود ایک حقیقت نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت کو سادہ ترین الفاظ میں بچہ کی سابقہ اور موجودہ معلومات کی روشنی میں پیش کردیا گیا ہے۔ جس سے اس کی اس وقت کی عقل مطمئن ہوگئی ہے جُوں جُوں اس کی عقل ترقی کرتی جاتی ہے۔ سوال و جواب بھی حقیقت کے قریب پہنچتے چلے جاتے ہیں۔ اس فطری اصول کو خدا نے اور تعلیماتِ خُداوندی کو پہنچانے والوںؑ نے ہمیشہ ملحوظ رکھا ہے۔ چنانچہ اُن کے مخاطبوں میں ہر سِن و سال اور ہر طبقہ کے انسان ہوتے تھے۔ وہ ہر شخص کی عقل کا لحاظ رکھ کر اپنی تعلیم پیش کرتے تھے۔ لٰہذا مذہبی تعلیمات میں بھی عقلی درجوں کا اختلاف لازمی تھا۔ بعض جوابات جاہلوں کو دیے گئے ہیں۔ بعض ترقی یافتہ عقل رکھنے والوں کو۔ اگر ہم جاہل کے سامنے وہ جواب رکھ دیں جو عالم کو دیا گیا ہے تو وہ اس کی سمجھ سے بلند ہوگا۔ اُسی طرح جاہل والے جواب کو ایک عالم اپنے معیار سے کم

خیال کرے گا۔ چنانچہ ایک سائنس دان جو بارش کے نظام پر مطلع ہے اُس جواب پر ہرگز نہ ہنسے گا جو بچہ کو مطمئن کرنے کے لئے کافی تھا۔اس لئے کہ وہ خود ایک روز بچہ تھا۔ وہ عقل انسانی کے ترقی پذیر ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ عقل کے اُس مقام سے آ گاہ ہے جو ایک بچہ کا سرمایہ ہے۔ لہٰذا علماء اور عقلاء کو یہ فطری اصول ہرگز نظرانداز نہ کرنا چاہئے اور مذہبی اختلافات پر اِسی حیثیت سے نظر ڈالنی چاہئے۔ اگر وہ صبر وسکون سے اس اصول پر عمل پیرا ہو جائیں تو وہ بھی دینی اختلافات کو مفید بنا کر امت مسلمہ کو ان اختلافات سے فائدہ پہنچانے کی راہ پالیں گے۔ یہی مقصد تھا جب فرمایا گیا کہ:۔ **’’میری اُمت کا اختلاف کرنا رحمت ہے‘‘**۔ رحمت اس لئے کہ اگر ہم ہر بات کو مانتے اور جی ہاں اور بجا حضور کہتے چلیں۔ اور کہیں بھی انکار نہ کرنا طے کر لیں۔ تو ہمارے لئے ایک مصیبت ہو جائے۔ لہٰذا انکار بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا اقرار ضروری ہے۔ یہ اقرار اور انکار اگر ہم اپنی موجودہ عقل اور دیانت کو ملحوظ رکھ کر کریں تو یاد رہے کہ ہم ہمیشہ بے قصور ہوں گے۔ یعنی ہمارا اِقرار بھی مفید اور ہمارا اِنکار بھی فائدہ مند ہو گا۔ بس شرط یہی ہے کہ ہم عقل اور دیانت کے تقاضہ پر اقرار یا انکار کریں۔ اِن دونوں کے علاوہ اور کوئی جذبہ ہم سے انکار یا اقرار نہ کرا دے۔ اس جگہ یہ بات سمجھ کر آگے بڑھنا چاہئے کہ جس بات کا آپ نے یا کسی اور نے عاقلانہ اور دیانت دارانہ انکار یا اقرار کیا ہے وہ اقرار یا انکار اس وقت کی موجودہ عقل کے ماتحت ہے۔ یعنی ہوسکتا ہے کہ ایک دن اُس اقرار یا انکار میں آپ کی اپنی عقل ترمیم کرے۔ اس لئے کہ آپ کی عقل ہر عمر میں ترقی پذیر ہے۔ پھر یہ بھی فراموش نہ کریں کہ جو لوگ آپ کی عقل کے دیانتدارانہ انکار کا اقرار کرتے ہیں۔ یا ان کو آپ کے اقرار سے انکار ہے۔ ان کو بھی وہی حق حاصل ہے جو آپ کو حاصل ہے۔ ان کا اقرار یا انکار بھی ان کی عقل و دیانت کے ماتحت ہے۔ لہٰذا ہمیں ایک دوسرے پر زبردستی کا حق نہیں ہے۔ نہ ہمیں ایک دوسرے سے نفرت اور دشمنی کی وجہ ہے۔ وہ آپ سے آپ کا سر، یا دماغ و دل نہیں بدل سکتے۔ اور آپ ان کی کھوپڑی سے نہیں سوچ سکتے۔ اسی چیز کو سامنے رکھا گیا تھا جب فرمایا گیا کہ۔ ’’**دین میں کسی چیز پر جبر نہیں کیا جا سکتا**‘‘۔

یا یہ کہ:۔ ’’**تمھارے لئے تمھارا دین اور میرے لئے میرا دین**‘‘۔ یا یوں کہا گیا کہ:۔ ’’**کسی کو اُس کی قابلیت اور اہلیّت سے زیادہ ذمہ داری نہیں دی گئی ہے**‘‘۔ لہٰذا دنیا میں بھی ہمیں انسانوں سے ایسا مواخذہ یا باز پرس کرنے کا حق نہیں ہے۔ جو اُن کی سمجھ سے باہر ہو۔ جہاں تک اُن کی عقلی قوت پہنچی ہی نہ ہو۔ ایک اَن پڑھ شخص سے یہ سوال غلط ہے کہ تم نے فلاں بورڈ

(Board) کیوں نہ پڑھا؟ اور تم دفتر میں کیوں چلے آئے؟ لہٰذا ہر باز پُرس عقلی معیار پر ہوگی اور اسی کو عدل کہتے ہیں۔ اور جو عدل نہ کرے وہ ظالم ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ قیامت میں کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا **یا یہ کہ خدا بندوں پر ہرگز ظلم نہیں کرتا**۔ اس بحث سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ ہمیں دینی مسائل بیان کرتے ہوئے انسانوں کی عقلی سطح کا ہمیشہ خیال رکھنا ہے۔ اور اُدھر ہر مسئلہ میں یہ پتہ لگانا ہے کہ یہ کس درجہ کی عقل کے انسان کے لئے بیان کیا گیا ہے۔ یاد رکھیں کہ جو بات آپ کی سمجھ میں دیانت دارانہ کوشش کے بعد بھی نہیں آتی وہ اُس حالت میں آپ کے کام کی بات بھی نہیں ہے۔ آپ ایسے موقعہ پر انکار یا اقرار کا حق نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ انکار یا اقرار تو سمجھنے کے بعد کی بات ہے۔ لہٰذا ہر سمجھ میں نہ آنے والے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے اسٹور میں رکھ لیں۔ مسلسل کوشش کے بعد ایک وقت آئے گا کہ بات بالکل سمجھ میں آ جائے گی۔ اُس وقت انکار یا اقرار مذکورہ شرط کے ساتھ جائز ہوگا۔ لہٰذا ہمیں اپنی سمجھی ہوئی بات کو دوسرے کے سر میں زبردستی ٹھونسنے کا نہ تو حق ہی حاصل ہے اور نہ اس سے کوئی فائدہ ہوسکتا ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ ہم اپنی اور دوسرے انسانوں کی عقل میں ترقی کی مسلسل اور ان تھک کوشش میں مصروف رہیں۔ دینی علوم کو عام فہم زبان میں، روزمرہ کی ضرورتوں میں کام آنے والا بنا کر پیش کریں۔ اگر علماءِ اس کام میں مصروف ہو جائیں تو ہمیں یقین ہے کہ وہ امت کو فائدہ ہی فائدہ پہنچائیں گے۔ اختلافاتِ عقلیہ مفید بن جائیں گے۔ دشمنوں کے پیدا کردہ مصنوعی اختلافات ختم ہو جائیں گے۔

(7) یہاں سے ہم یہ بتانا شروع کرتے ہیں کہ اسلامی فرقوں کے اختلافات کو سامنے رکھ کر ڈر جانے والے علماء نے حقیقتاً عقل سے کام نہیں لیا۔ اُدھر جو لوگ اُمت کے اختلافات کو اچھال کر کسی نئی راہ پر چلائے، انھوں نے بھی انصاف اور عقل دونوں سے جدائی اختیار کرلی۔ ہم عرض کرتے ہیں کہ اختلافات کے بجائے اگر ہم اُمت کے اُن مسائل کو سامنے رکھ لیں۔ جن میں اُمت متفق ہے۔ تو تمام اختلافات خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ قبل اس کے کہ ہم اتفاقی یا اجماعی مسائل کو سامنے لائیں۔ یہ بتانا ضروری خیال کرتے ہیں کہ اختلافات عام طور پر علمائے اُمت میں پھیلے ہوئے ہیں۔ عوام، خواہ کسی بھی فرقے کے ہوں، عموماً اُن اختلافات سے آگاہ نہیں ہیں۔ اور یہ بھی کہ بعض ایسے اختلافات ہیں جن کو علماء اپنی اپنی جگہ حق مانتے ہیں۔ لیکن ان میں سے بہت سے ایسے اختلافات یا عقائد ہیں۔ کہ اگر ان کا پتہ عوام کو لگ جائے تو وہ اپنے اپنے علماء کی بوٹیاں نوچ لیں۔ اور کسی قیمت پر

ان کوتسلیم نہ کریں۔مثال کے طور پر کچھ علماءاس پر یقین رکھتے ہیں کہ: (معاذ اللہ) محمد مصطفٰی **صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم** سے بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں۔اگر یہ بات کسی گاؤں کے مسلمانوں کے روبرو بیان کی جائے تو یقین کیجئے کہ بیان کرنے والے کو بہت پچھتانا پڑے گا۔لیکن علماء، خدا کے فضل سے، ایسے ہزاروں مسئلوں کو اطمینان سے ہضم کئے پھرتے ہیں۔کتابوں میں لکھتے ہیں اور فخر کرتے ہیں۔ بڑی بڑی بحثیں ہوتی ہیں۔جن میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ خدا عادل نہیں ہے۔اس کے لئے (معاذ اللہ) ہرگز ضروری نہیں ہے کہ بندوں کے ساتھ انصاف کرے۔ وہ ساری عمر عبادت کرنے والے انسان کو جس سے کوئی گناہ نہ ہوا ہو، اگر چاہے تو جہنم میں داخل کر دے اور ایک ظالم اور گمراہ شخص کو جنت میں داخل کر دے۔ یہ اوراس قسم کی ہزاروں بحثیں کتابوں میں اور علماء کے سروں میں دفن ہیں۔خدا کا فضل ہے کہ عوام خواہ کسی بھی فرقہ کے ہوں۔ایسے خبیث قسم کے اختلافات اور مسائل سے ناواقف ہیں۔لہٰذا جن لوگوں کی اصلاح کی ضرورت ہے اور جو لوگ اس دنیا میں مفید کام کر رہے ہیں وہ عوام ہیں۔اور خدا کا فضل ہے کہ وہ ان مصنوعی اور باطل عقائد و مسائل سے ناواقف ہیں اور جب انہیں بتایا جائے تو وہ ہرگز انہیں تسلیم کرنے کو تیار نہیں۔لہٰذا ہر وہ عالم جو اصلاح امت چاہتا ہے۔اُسے ان اختلافات سے ہرگز نہ ڈرنا چاہیے۔ان اختلافات سے تو اُن لوگوں کو ڈرنا چاہئے جو ان کو صحیح مانتے ہوں۔اس لئے کہ یہ باطل اور خبیث عقائد اُمت کو ان کا دشمن بنانے میں بہت مفید ہیں۔ہم نے کہا تھا۔کہ اختلافات آسمان سے نہیں برسے نہ وہ قرآن کے ساتھ نازل ہوئے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے اپنے حق ہونے کی دلیل یہ دی ہے کہ۔''اگر یہ قرآن خدا کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو کثرت کے ساتھ اس میں اختلافات ہوتے''۔ معلوم ہوا کہ قرآن کے کسی مسئلہ میں اختلاف نہیں ہے۔لہٰذا اگر کل کو کوئی عالم یہ کہے کہ قرآن میں بھی اختلاف یا اختلافات ہیں۔تو ظاہر ہے کہ ایسا عالم قرآن کے خلاف کہتا ہے اور جو شخص قرآن کے خلاف کہتا ہے۔اس کی بات تسلیم نہیں کی جاسکتی۔وہ دروغ گو ہے۔ دشمنِ خدا اور رسولؐ ہے۔ یا کم از کم ایک ناعاقبت اندیش جاہل شخص ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ لوگ جاہل قسم کے علماء کو پہچان لیں بجائے آپس میں نفرت رکھنے اور لڑنے کے۔خبیث لوگوں کو پہچان لینا ضروری ہے۔لڑنا خبیثوں سے بھی نہیں چاہئے۔ان کی بھی اصلاح ممکن ہے۔اصلاح ہر شخص کی ممکن ہے۔ناممکن جب ہے جب کوئی خود گمراہ رہنا طے کر لے۔

(8) مسلمان ہی نہیں بلکہ آج دنیا کے تمام مذاہب والے مانتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ بلکہ آج بنی نوع انسان

میں ایسے انسان کا ملنا مشکل ہے ۔ جو خالقِ عالم کو ایک نہ مانتا ہو۔ آج کا مشرک بھی خدا کے ایک ہونے کا اقرار کرنے پر مجبور ہو چکا ہے۔ تمام دیگر مذاہب والے بھی اور مسلمان بھی مانتے ہیں کہ خدا عادل ہے۔ اُس سے ظلم اور غلطی ہرگز نہیں ہو سکتی۔ یہ سب مانتے ہیں کہ ایک روز تمام بنی نوع انسان کو اپنے اپنے اعمال کی جزا و سزا ملے گی۔ جتنے الہامی مذاہب ہیں وہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ انسان کو اس دنیا میں عمل کرنے کے لئے خدا کی طرف سے ایک مکمل پروگرام دیا جاتا ہے۔ وہ مانتے ہیں کہ یہ پروگرام خدا کی طرف سے نبیؐ کے ذریعہ سے آتا ہے۔ مسلمان متفقہ طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ آج انسانوں کے لئے ضابطہء حیات قرآن کریم ہے۔ مسلمان جانتے ہیں کہ جب خدا سے غلطی نہیں ہوسکتی۔ تو لازم ہے کہ نبیؐ کے انتخاب میں بھی خدا سے غلطی نہ ہو۔ یعنی خدا ایسا نبیؐ ہرگز نہ بنائے گا۔ جو خدا کی منشاء اور مفہوم سمجھنے میں خود غلط عمل کرلے۔ اس لئے کہ نبیؐ ہی اگر غلط سمجھ کر غلط حکم دے سکتا ہے تو پھر اس کے چننے میں خدا سے غلطی ماننا پڑے گی۔ لہٰذا ضروری اور عقلی حیثیت سے لازم ہوا کہ نہ خدا سے غلطی ہو، نہ کتاب میں غلطی ہو، نہ نبیؐ سے غلطی ہو۔ مسلمان کسی ایسے شخص کو ہرگز نبیؐ ماننے کے لئے تیار نہیں ہوسکتے جو معاذ اللہ کافر کے گھر پیدا ہو یعنی ناپاک نسل سے ہو۔ حرام کھانے والوں کی اولاد کہلائے اور پھر خود بھی کافر ہو۔ اور حرام کھاتے کھاتے جوان ہو اور اچانک نبوت کا دعویٰ کردے۔ ارے صاحب مسلمانوں نے تو ایسے لوگوں کو نبی نہ مانا جو مسلمانوں بلکہ سید مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے۔ ماں باپ بھی نمازی تھے اور خود بھی نمازی تھے۔ مسلمانوں کا کسی کو نبی تسلیم کرنا ختم کردیا گیا ہے۔ اس لئے کہ ہمارے نبیؐ کے عہد میں جو عُلماء ہوں گے۔ وہ حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہم السلام الغرض تمام انبیاؑءِ بنی اسرائیل کے مجموعی علوم و صفات کے حامل ہوں گے۔ چہ جائیکہ مسلمان کسی ایسے شخص کو نبی یا رسول تسلیم کرلیں۔ جو خود ہی اعلان کردے کہ مجھ سے خود اپنے اُوپر اترنے والی وحی کے سمجھنے میں غلطیاں ہوتی ہیں۔ اِسی قسم کے لوگوں کے لئے لازم ہے کہ وہ دنیا کو یہ بتائیں کہ نبیوں سے غلطیاں ہوتی ہیں۔ لہٰذا مجھ سے بھی ہوگئیں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ چنانچہ آپ یاد رکھیں کہ جو شخص نبیؐ کو اور خصوصاً آنحضرؐت کو معاذ اللہ خطا کار یا کافر زادہ قرار دے وہ ضرور باطل پر ہے۔ غلط کار ہے۔ اور یقیناً اس کے سامنے کوئی باطل منصوبہ ہے۔ جس کو جاری کرنے کے لئے وہ خدا، کتابِ خدا اور آنحضرؐت کو غلط کار ٹھہراتا ہے۔ اس سے کہہ دو کہ رسولؐ سے غلطی

سرزد ہونے کا کوئی عقلی فائدہ اور ثبوت بتائے۔ جس کو مان کر مسلمانوں کو دینی حیثیت سے کوئی فائدہ پہنچتا ہو۔ البتہ اس عقیدے سے جتنے نقصانات اُمت کو پہنچے ہیں اُن کا شمار انسانی طاقت سے باہر ہے اور ہم تو یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو جو بھی نقصان پہنچا وہ اسی عقیدہ کے ماننے والوں کے ہاتھ سے پہنچا ہے۔ اور کمال یہ ہے کہ عوام کو اس کا شُبہ تک نہ ہونے دیا۔ اُنہیں جاہل رکھا گیا، اصل مقاصد اُن سے پوشیدہ رکھے گئے۔ اور انہیں حَسین فریب دے کر اپنا آلہ ءِ کار بنایا جاتا رہا۔ اپنا مقصد حاصل کرنے کے لئے قرآن کریم سے ایسی آیات یا آیات کے ٹکڑے دکھائے گئے جو کسی طرح کھینچ کر اُن کے مطلوب پر چپک سکتے تھے۔ لیکن قرآن کریم کے واضح احکامات و بیانات کو نظر انداز کر دیا گیا۔ یعنی قرآن کریم میں سے بھی وہ آیات لی گئیں جن میں انہیں اختلافات پیدا کرنے کی گنجائش نظر آئی۔ چنانچہ قرآن کریم نے خود نزول قرآن کے زمانہ میں ایسے دشمنانِ اسلام کی نشان دہی کی ہے۔ جو قرآن کو اپنے مقصد پر ڈھالنے اور مسلمانوں میں اختلافات پھیلانے کا منصوبہ چلا رہے تھے۔ چنانچہ خدا نے ارشاد فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِىٓ اَنۡزَلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا الَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ زَيۡغٌ فَيَتَّبِعُوۡنَ مَا تَشَابَهَ مِنۡهُ ابۡتِغَآءَ الۡفِتۡنَةِ وَابۡتِغَآءَ تَاۡوِيۡلِهٖ ‌ۚ وَمَا يَعۡلَمُ تَاۡوِيۡلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ‌... الخ (آل عمران۔3/7)

(الف)۔ ''وہی وہ ہستی ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی ہے۔ اُس میں بعض آیات محکم ہیں اور وہی کتاب کی ماں یا بُنیاد ہیں۔ اور دوسری وہ ہیں جو محکمات سے ملتی جُلتی ہیں۔ جن لوگوں کے دلوں میں محکم آیات کی طرف سے خدشہ ہے وہ اپنے فتنہ والے منصوبہ کو چلانے کے لئے اپنے منصوبہ سے مشابہ مفہوم، آیات متشابہات سے اخذ کر لیتے ہیں۔ حالانکہ آیات متشابہات کی تاویل خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا''.......الخ۔

آپ ہمارے ترجمہ کی فکر نہ کریں خود اپنے قرآن میں اپنے مسلک کے مطابق ترجمہ دیکھیں اور اُسی پر بھروسہ کریں۔ آپ کو بہرحال اس نتیجہ پر پہنچنا پڑے گا کہ یہ جماعت ایسی تھی جس کے لئے قرآن کریم نے جمع کا صیغہ استعمال کیا جس میں لاکھوں سے لے کر تین تک کی گنجائش ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہ جماعت خواہ تین کی تھی یا تین کروڑ کی ہرگز قرآن کی محکم آیات کو استعمال نہ کرتی تھی۔ اس لئے کہ محکم آیات سے اُن کے منصوبہ کی تائید نہ ہوتی تھی۔ اور تیسری بات یہ کہ اُن لوگوں کی

اصل غرض قرآن کے، رسولؐ اور خود اللہ کے خلاف مسلمانوں میں فتنہ وفساد پھیلانا تھی۔ بس یہی ہمارے ترجمہ کا مقصود ہے۔ جو ہر مکتب فکر کے ترجمے سے ثابت ہے۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کو فریب دینے والے قرآن کریم ہی کے ذریعہ سے فریب دیتے ہیں۔ اور باطل منصوبوں کو مسلمانوں سے منوانے کے لئے دھڑادھڑ قرآن کی آیات پیش کرتے ہیں۔ مگر وہ ہمیشہ آیات متشابہات سے مدد لیتے ہیں۔ اور آیات متشابہات کو بھی ہُو بہو پیش نہیں کرتے۔ بلکہ اُن کو بھی اس ترکیب سے سامنے لاتے ہیں کہ اُن میں اُن کے منصوبہ کے مشابہ مفہوم نظر آنے لگے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ آیات پیش کرنے والے سے یہ سوال کرلیا کریں کہ جناب پہلے یہ بتائیے کہ آپ کی پیش کردہ آیت، متشابہات میں سے تو نہیں ہے؟ یہ سوال سُن کر ایسے لوگ بوکھلا اُٹھتے ہیں۔ اُن کے لب ولہجہ سے صاف پتہ چل جاتا ہے کہ وہ کوئی غلط بات منوانا چاہتے تھے۔ لہٰذا ہمارا فرض ہے کہ ہم آیت کو سن کر غور کریں کہ آیا تمام مسلمان یا تمام علماء آیتِ مذکورہ کے وہی معنی کرتے ہیں جو یہ شخص بیان کررہا ہے؟ اگر ایسا ہے تو ضرور وہ آیت، آیات محکمات میں سے ہے۔ اور اگر اس کا مفہوم ایسا ہے کہ جس سے اُمت کے کسی مسلّمہ مسئلہ کے خلاف مطلب نکلتا ہے تو وہ آیت براہ راست ہمارے کام کی نہیں ہے۔ اُس میں گنجائش ہے کہ کوئی ہمیں اُس آیت کی آڑ میں بہکا سکے۔ چنانچہ یہاں تک یہ بات سمجھ میں آجانا چاہیئے کہ مسلمانوں کے اختلافات کو اگر قرآن کریم کی محکم آیات کے سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو اختلافات کی گتھی سلجھ سکتی ہے۔ اور معلوم کیا جاسکتا ہے کہ آیا وہ اختلاف خودغرض منصوبہ سازوں نے پیدا کیا تھا یا وہ عقل کے اختلاف کی وجہ سے وجود میں آیا ہے۔

(9) قرآن کریم کی محکم آیات سے ثابت ہے۔ اور اسی لئے تمام اسلامی فرقے مانتے ہیں کہ قرآن کریم آخری کتاب ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری رسولؐ ہیں۔ لہٰذا اگر کوئی صاحب یہ دعویٰ کرے کہ میں خدا کی طرف سے ایک اور کتاب لایا ہوں اور اسی بناء پر میں رسولؐ ہوں اور قرآن کریم سے چند آیات بھی اس دعویٰ پر فٹ (FIT) کردے۔ تو ہم اُمتِ مُسلِمَہ کے مسلّمہ عقیدے اور قرآن کریم کی محکم آیات کے خلاف ہونے کی وجہ سے اُس شخص کو کاذب کہنے میں کوئی تکلف نہ کریں گے۔ اور اُس کو بتادیں گے کہ جناب آپ کو مغالطہ ہوا ہے یا آپ جان بوجھ کر آیات متشابہات کی غلط تاویل اور تفہیم کر رہے ہیں۔ قرآن کریم کے واضح اور محکم بیانات سے ثابت ہے اور پوری اُمت بھی مانتی ہے کہ یہ قرآن مجید اور اس کو لانے والا رسولؐ

(ہمارے ماں باپ اُنؐ پر فدا) تمام اقوام عالم کے لئے ہے۔ چنانچہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں کے لئے جو کتاب ہو،اس میں ہرفرد بشر کے لئے مکمل تعلیم موجود ہونا چاہئے۔تا کہ قیامت تک انسانوں کی مختلف ضروریات اس کتاب سے پوری ہو سکیں۔ پھر بنی نوع انسان میں ہزاروں پیشے ہیں۔اُنہیں لاتعداد ضروریات پیش آتی ہیں۔اور روزانہ ضروریات زندگی بڑھتی جارہی ہیں۔ پھر انسانوں میں مختلف عقلیں ہیں۔ان میں فلاسفر ہیں منطقی ہیں۔صاحبان حکمت ہیں۔سائنسدان ہیں۔اب اگر قرآن کریم اور رسوؐل کریم آخری کتاب اور آخری رسولؐ ہیں۔تو قرآن کریم کے لئے عقلاً لازم ہے کہ وہ اُن تمام انسانوں کی راہنمائی کا سامان اپنے اندر رکھتا ہو جو نزول قرآن سے لے کر قیامت کے روز تک موجود ہوں گے۔اور رسولؐ کے لئے لازم ہے۔کہ وہ جو کچھ قرآن کریم میں ہو اس سے ایک راہنما کی حد تک واقف ہوں۔تا کہ قرآن کے بیان کردہ ہر مسئلہ کو ہر سائل کی فہم وفراست کے عین مطابق منشاءِ خداوندی سمجھا سکیں۔ چنانچہ یہ سب کچھ قرآن کریم کی محکم آیات سے ثابت شدہ ہے۔اوراب ہم قرآن اور صاحب قرآن (علیہ السلام) کی پوزیشن قرآن کریم ہی سے آپ کے سامنے لانا شروع کرتے ہیں۔اور آپ سے کہتے ہیں کہ اگر مسلمان قرآن کریم اور رسوؐل کریم کی صحیح پوزیشن پر ایمان لے آئیں تو ان کے تمام اختلافات خود بخود مٹ جائیں۔جنھوں نے اُمت مسلمہ کو عرصہ دراز سے تباہی کے گڑھے میں دھکیل رکھا ہے اور جن کا حل ڈھونڈ ھتے ڈھونڈ ھتے علماء تھک کر مایوس ہو گئے ہیں۔کیا آپ کا دل نہیں چاہتا کہ آپ اپنے رسولؐ اور اپنی کتاب کی عظمتِ شان سے مطلع ہوں؟ اور جبکہ اس اطلاع سے آپ کی اور ہر مسلمان کی عظمت اور بہبودی بھی وابستہ ہو۔آیئے دیکھئے خداوند عالم نے آپؐ کو ملنے والی کتاب کے متعلق کیا فرمایا ہے۔آپؐ کس قدر خوش قسمت ہیں جنہیں ایسی کتاب دی گئی ہے کہ جس کی شان میں ارشاد ہوا کہ:۔

نَزّلْنَاعَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَاناً لِّکُلِّ شَیْ ءٍ وَّ ھُدًی وَّ رَحْمَةً وَّ بُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَo(16/89)

(ب)۔’’ہم نے تجھ پر وہ کتاب نازل کی ہے جو ہر چیز کو بیان کرنے والی ہے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور خوشخبری (بشارتوں سے لبریز) ہے۔ (نوٹ قرآن کے حوالوں میں اوپر سورہ اور نیچے آیت کا نمبر لکھا جا تا رہیگا)

اس آیہ مبارکہ نے واضح طور پر یہ بتایا ہے کہ اس قرآن میں ہر چیز یا تمام اشیاء کا بیان موجود ہے۔کہا جاسکتا ہے کہ بیان تو ہر چیز کا موجود ہے مگر مجمل الفاظ میں ہے۔ایسے حضرات کے لئے ایک دوسری جگہ یہ فرمادیا گیا ہے کہ:۔

(ج)۔''لیکن یہ تو سابقہ کتابیں جو موجود ہیں انکی تصدیق کرنے والی اور تمام چیزوں کی تفصیل کی حامل اور رحمت ہے اُس قوم کے لئے جو ایمان لا چکی ہو''۔

لٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِىْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَىْءٍ وَّ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ٥(12/111)

یہاں اللہ نے بات صاف کردی کہ قرآن میں نہ صرف ہر چیز کا بیان موجود ہے بلکہ اس میں ہر چیز کو تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔ اور اتنا اور بتا دیا کہ یہ بات صرف ایمان دار لوگوں کے لئے ہے ورنہ بے ایمان نہ اس سے ہدایت پا سکتے ہیں۔ نہ یہ اُن کے لئے رحمت ہے اور نہ ہی ان کے لئے اس قرآن کی بشارتیں مفید ہیں۔ ایک مقام اور ملاحظہ فرمالیں ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

(د)۔''اور یقیناً ہم نے انسانوں کے لئے اس قرآن میں تمام مثالیں طرح طرح سے بیان کردی ہیں پس اکثر انسانوں کا اس حقیقت سے روگردان ہوجانا کفر کے سوا کچھ نہیں ہے''۔

وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِىْ هٰذَاالْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَ بٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْراً ٥(17/89)

یہاں پہنچ کر ہمیں معلوم ہوا کہ اس قرآن میں نہ صرف ہر چیز یا تمام اشیاء کی تفصیل دے دی گئی ہے، بلکہ ہر چیز کی تفصیل پر ہر ضروری مثال بھی اس میں موجود ہے۔ تاکہ سائل کی عقلی سطح کے مطابق اُسے اس قرآن میں سے مثالیں دے کر سوال یا ضرورت کو واضح کر دیا جائے۔ اس تازہ آیت میں یہ حقیقت بھی واضح کر دی گئی ہے کہ انسانوں کی کثرت قرآن میں ہر ہر چیز کے تفصیل سے موجود ہونے کا انکار کرے گی مگر یہ انکار اس لئے ہوگا کہ وہ بلاتحقیق اور تجربہ کے پہلے ہی سے قرآن سے کفر کرنا طے کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہودی، عیسائی، ہندو اور دیگر بہت سے مذاہب کے ساتھ ساتھ اگر کچھ مسلمان بھی اس حقیقتِ قرآنیہ کا انکار کریں تو کوئی تعجب نہیں ہے۔ مگر واضح رہے کہ یہ انکار کفر ہے۔ چنانچہ قرآن کریم پر ایمان لانے والوں میں سے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ فلاں چیز یا کوئی شے ایسی بھی ہے یا ہوسکتی ہے جو اس قرآن میں خدا نے تفصیل کے ساتھ طرح طرح کی مثالیں دے کر بیان نہیں کی ہے۔ تو وہ اس آخری آیت کی رو سے شیطان کی طرح روگردان (اَبٰی) ہوجانے والا ہے۔ ایسے لوگوں کا خدا کو علم تھا چنانچہ اس آخری آیت کو الفاظ بدل بدل کر طرح طرح سے لایا گیا مثلاً فرمایا کہ:۔

(ہ)۔''اور یقیناً ہم نے اس قرآن میں تمام انسانوں کے لئے تمام مثالیں طرح طرح سے بیان کردی ہیں اور انسان تو ہر مخلوق سے زیادہ جھگڑالو ہے ہی''۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ط وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَیْءٍ جَدَلاً ٥(18/54)

گویا قرآن کریم کی اس عظمت کا انکار جھگڑے باز لوگ کرتے ہیں۔جن کو ہم منصوبہ باز کہتے چلے آئے ہیں۔پھر اسی مطلب کو یوں بیان کیا کہ:۔

(و)۔''اور یقیناً ہم نے انسانوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال ٹھونک ٹھونک کر بیان کردی ہے''۔پھر فرمایا کہ:۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَاالْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ(30/58)

(ز)۔''اور یقیناً ہم نے انسانوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال ٹھونک بجا کر بیان کردی ہے کہ شاید وہ نصیحت اختیار کرلیں۔ یہ عربی زبان میں قرآن ہے جس میں کسی قسم کا عیب ونقص نہیں ہے شاید وہ لوگ احساس ذمہ داری کرنے لگیں''۔

وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ٥ قُرْاٰنًاعَرَبِيًّاغَيْرَذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ٥ (39/27-28)

(10) آپ نے مسلسل ملاحظہ کیا کہ خداوند عالم نے کس اصرار وتکرار کے ساتھ طرح طرح سے بیان کردیا کہ اس قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔نہ صرف اس قدر بلکہ ہر شے کی تفصیل اور طرح طرح سے وضاحت موجود ہے اور اس حقیقت کا قبول نہ کرنا یا اس کے ماننے میں ناک بھوں چڑھانا دراصل کفر صریح ہے۔اور جو اس حقیقت کو تسلیم کریں گے وہ ہی صرف ایمان لانے والی قوم میں شمار ہوں گے۔اس کے بعد ہمیں نہایت ادب کے ساتھ اس قدر عرض کرنا ہے۔کہ خدا ہدایت فرمائے اور معاف فرمائے اُن لوگوں کو جنھوں نے قرآن کریم کے اس دعویٰ کا انکار کیا اور مسلمان ہوتے ہوئے اس کے خلاف بہت کچھ لکھا اور نہایت جُرأت سے سیدھے سادے،بھولے بھالے ان پڑھ مسلمانوں کے عقائد اور ایمان کو قرآن کے مقابلے میں لا کھڑا کیا۔یہ بڑی دردناک اور مہیب داستان ہے۔اس کو ہم نے بڑی تفصیل سے اپنی کتاب۔''مواخذہ''۔میں بیان کردیا ہے۔ اس مختصر سے پمفلٹ میں تو ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر مسلمان قرآن کریم کی عظمت کو سمجھ لیں تو پھر آنحضرؐت کی شان اور

پوزیشن اظہر من الشمس ہو جاتی ہے۔ اور آج قرآن مجید کے علاوہ کوئی ایسا ذریعہ ہمارے ہاتھوں میں موجود نہیں ہے جس پر تمام امت متفق ہو اور جس سے ہم حضورؐ کے مقامِ بلند کی صحیح جھلک دیکھ سکیں۔ لہٰذا قرآن کریم ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس کو خدا نے ہر گھر میں پہنچا دیا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ قرآن کریم کی تعلیمات کو عام نہ کرنے میں مصلحت سمجھی گئی۔ اور جس قدر بتایا گیا اُس میں اپنے ذاتی یا جماعتی مقاصد یا دونوں کو محفوظ رکھنے کیلئے یا غلط فہمی کی بناء پر تاویل کر لی گئی۔ بہرحال مذکورہ بالا آیتوں کے متعلق کسی عالم یا جاہل کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی کہ وہ یہ کہہ دے کہ یہاں قرآن مجید کا تذکرہ نہیں ہو رہا ہے۔ اور جب یہ ماننا لازم ہو گیا کہ ان آیات میں قرآن کریم ہی کی صفت بیان ہوئی ہے۔ تو پھر ان آیات کے اندر آئے ہوئے الفاظ اتنا سادہ اور روزمرہ کی اردو میں استعمال ہونے والے ہیں۔ کہ جب قارئین خود قرآن میں ان آیات کو دیکھ لیں گے تو پھر اُن کو بہکانا ناممکن ہو جائے گا۔ اور وہ ضرور اس پر ایمان لائیں گے کہ قرآن کریم میں ہر ایک چیز اپنی پوری تفصیل کے ساتھ اور بار بار اور طرح طرح سے بیان کر دی گئی ہے۔ یہاں یہ بات سمجھ کر آگے چلیں کہ اگر ہمیں ایک چیز کا بیان قرآن میں نہیں ملتا۔ تو ہمیں نہ ملنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ چیز قرآن کریم میں موجود نہیں۔ کیونکہ ایسا کہنے کے معنی وہی کفر اور معاذ اللہ خدا کو جھوٹا کہنا ہونگے۔ بلکہ یہ نہ ملنا صرف اس بات کی دلیل ہے کہ ہماری تلاش میں یا تلاش کرنے کے طریقہ اور سامان میں خامی ہے۔ بعض دفعہ ہمیں ایک چیز خود اپنے گھر میں۔ اپنے بکس میں اپنی جیب میں نہیں ملتی۔ مجھے کئی دفعہ کئی سکے (چوَنی۔ دُوَنی وغیرہ) برسوں کے بعد اچانک بلا تلاش ملے۔ اسلئے کہ جیب میں نوٹ بک رکھتے ہوئے چوَنی صاحبہ نوٹ بک کے ورقوں کے اندر چلی گئی۔ اور پھر نوٹ بک کہیں احتیاط سے رکھ دی گئی تھی۔ لہٰذا تلاش تنہا بھی ہوتی ہے۔ مل کر بھی۔ جلدی جلدی بھی اور اطمینان سے بھی۔ چشمہ یا دوربین اور دوسرے آلات نظر کو قوت پہنچاتے ہیں۔ الغرض سامانِ تلاش اور تلاش کی خامی کی اصلاح اور اَنتھک مسلسل اصلاح لازم ہے۔ اُدھر عقلِ انسانی ہر روز ترقی پذیر ہے۔ فرد کی عقل بھی اور پوری بنی نوع انسان کی عقل بھی ترقی کرتی چلی جا رہی ہے۔ سامانِ تلاش و تحقیق بھی روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ اِن تمام حقائق کی موجودگی میں ہم اس پر ایمان رکھیں گے کہ خدا نے غلط نہیں کہا۔ غلطی ہم میں ہے اور یہی طریقہ جب ایمان کیساتھ مل جاتا ہے تو تقوٰی کہلاتا ہے۔ اِسی جگہ ذرا رُک کر یہ سوچیں کہ وہ ہستی جس پر قرآن ایسی عظیم الشان کتاب نازل ہوئی۔ اور جس کا یہ فریضہ تھا کہ وہ اس قرآن کی تعلیم تمام بنی نوع انسان کو ان کی مختلف عمروں، مختلف

عقلوں، مختلف پیشوں کے مطابق دیدے تو ایسا مُعلّم جو قرآن کریم پر عبور رکھتا ہو کس قدر عظیم علم کا حامل ہوگا۔ جب قرآن کریم میں ہر چیز کی تفصیل بیان ہونا مان لیا گیا تو کیا کوئی قرآن پر ایمان لانے والا اس کا انکار کرسکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر چیز کی تفصیل کے عالم اور مُعلّم نہ تھے؟ چنانچہ ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم قرآن کریم کی قرآنی پوزیشن تفصیل سے معلوم کرلیں تاکہ ساتھ ہی ساتھ صاحب قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت بھی معلوم ہوتی چلی جائے۔ لہٰذا چند مقامات اور پڑھیں اور ساتھ ہی ہماری دی ہوئی آیات کو اپنے اپنے گھر کے قرآن میں بھی دیکھیں تاکہ دل میں اطمینان پیدا ہو۔ سُنئے اللہ کا ارشاد ہے کہ:۔

(ح) ''ح م اور کتاب مبین کی قسم کہ ہم نے کتاب المبین کو عربی قرآن کی شکل دے دی تاکہ تم عقل کا استعمال کرسکو۔ اور بتحقیق وہی ہمارے پاس اُمّ الکتاب (کتاب کی ماں یا کتاب کی بنیادی شکل) میں صاحبِ حکمت و بلند مرتبہ ہے (حکیم علی) یا (علی حکیم)''۔

> حٰمٓ o وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ o اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ o وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ o (43/1-4)

ہم نے اس آیت کو اس لئے آپکے سامنے رکھا ہے کہ آپ کو یہ بتائیں اور آپ خود دیکھیں کہ تمام علمائے اسلام نے یہ تسلیم کیا ہے کہ اس آیت میں اللہ نے قرآن کریم کو کتاب المبین فرمایا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ قرآن کریم کا ایک نام کتاب المبین بھی ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے۔

(ط)۔ ''ح م اور کتاب المبین کی قسم ہے کہ یقیناً ہم نے کتاب المبین کو ایک مبارک رات میں نازل کیا۔ اور یہ کہ ہم ہی تنذیر کرنے والے ہیں۔ اُس رات میں ہر حکمت والا امر واضح کیا جاتا ہے۔ وہ امر ہماری طرف سے ہوتا ہے۔ اور ہم ہی ہیں احکام ارسال کرنے والے یہ رحمت تیرے رب کی طرف سے ہے یقیناً وہ ہی سمیع اور علیم ہے۔''

> حٰمٓ o وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ o اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ o فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ o اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ o رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ o (44/1-6)

ہم ان آیات کو سرسری حیثیت سے دیکھنے پر بھی یہ چیز واضح طور پر دیکھتے ہیں کہ۔ اللہ نے یہاں بھی کتاب المبین کو ایک مبارک رات میں نازل ہونے والا کہہ کر قرآن کا نام کتاب المبین بتایا ہے۔ ایک جگہ یہ فرمایا گیا کہ:۔

(ی)۔ ''بتحقیق یہ قرآن کریم ہے۔ جو کتاب مکنون میں ہے۔جس کو مطہرین کے علاوہ اور کوئی مس نہیں کرسکتا''۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌo فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍo لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَo (56/77-79)

معلوم ہوا کہ وہی کتاب المبین جس کو قرآن کریم کہتے ہیں۔کسی پوشیدہ کتاب میں جو کسی۔''کان''۔(MINE) میں ہے۔ جہاں تک صرف ان لوگوں کی رسائی ہے جو خود پاک ہیں اور دوسروں کو پاک کرسکتے ہیں۔یعنی اس کتاب مکنون میں بھی پورا قرآن موجود ہے جو مبارک رات میں نازل ہوا تھا وہ بھی مکمل قرآن ہے۔یعنی قرآن دو جگہ اور دو صورتوں میں موجود ہے۔بس ایک جگہ اور دیکھ لیں فرمایا گیا ہے کہ:۔

(ک)۔''اور اللہ ان کو چاروں طرف سے گھیر رہا ہے۔ بلکہ وہ بزرگ قرآن ہے جو لوح محفوظ میں ہے''۔

وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌo بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌo فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍo (85/20-22)

بس بات مکمل ہوگئی ہم یہ بتانا چاہتے تھے کہ لوح محفوظ میں سے قرآن کریم آیا ہے۔یعنی لوح محفوظ اور ہے اور قرآن مجید یا کتاب المبین اور ہے۔فرق صرف اس قدر ہے کہ جو کچھ قرآن مجید یا کتاب المبین میں ہے وہ سب کا سب لوح محفوظ میں موجود ہے۔لیکن لوح محفوظ میں جو کچھ ہے۔ وہ سارا قرآن کریم یا کتاب المبین میں نہیں ہے۔یعنی قرآن مجید یا کتاب المبین لوح محفوظ کا ایک جُز ہے اور لوح محفوظ کُل ہے۔لہٰذا قارئین کرام کو لوح محفوظ اور کتاب المبین یا قرآن مجید کا فرق معلوم کرانا مقصود تھا۔اب آیئے اور دیکھئے کہ جس کتاب میں ہر چیز کی تفصیل بار بار اور طرح طرح سے بیان ہو چکنا بتایا گیا اس کے متعلق خدا نے اور کیا کیا فرمایا ہے۔

(ل)۔''زمین کے پردوں میں کوئی ایسا دانہ ہے اور نہ کوئی خشک وتر ایسا ہے جو کتاب مبین میں موجود نہ ہو''۔

وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍo (6/59)

اس آیت کریمہ کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کی طرف اشارہ فرما کر یہ کہا تھا کہ اللہ کے پاس الغیب کی کنجیاں ہیں اُن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔اور وہ بحر و بر میں جو کچھ ہے سب کو جانتا ہے۔اور کہیں بھی کوئی پتہ گرے تو وہ جانتا ہے۔اس کے بعد کتاب مبین کی تعریف میں یہ فرمایا کہ اس میں زمین کے ہر ذرہ اور ہر خشک وتر کا تذکرہ کر دیا گیا ہے ایک دوسری جگہ یہ فرمایا کہ:۔

(م)۔ ''آسمان اور زمین میں کوئی ایسی پوشیدہ چیز نہیں ہے جو کتاب مبین میں نہ ہو۔ یقیناً یہ قرآن بنی اسرائیل کو اکثر وہ قصے سناتا ہے کہ جس میں وہ اختلافات کررہے ہیں''۔

وَ مَامِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ o اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَقُصُّ عَلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اَکْثَرَ الَّذِیْ هُمْ فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ o (27/75-76)

اس آیت مبارکہ نے قرآن مجید کے دائرہ کو زمین سے لے کر آسمان تک وسیع کردیا اسی بات کو دوسرے الفاظ میں ذرا تفصیل سے یوں بیان کردیا کہ:۔

(ن)۔ ''زمین پر چلنے والے جتنی بھی قسم کے جانور ہیں اور بازوں سے اُڑنے والے جتنے بھی پرندے ہیں۔ اُن میں سے کوئی بھی ایسی قسم نہیں ہے ۔ جو کہ تمہاری طرح کی اُمتیں نہ ہوں۔ اُن سب کا اُن کے رب کی طرف حشر ہونا ہے۔ ہم نے کتاب میں کسی قسم کی کمی نہیں رہنے دی ہے''۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُکُمْ ط مَافَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ o (6/38)

(11) یہاں تک ثابت ہوگیا کہ قرآن کریم نے اس کائنات کی ہر چیز کو تفصیل کیساتھ بیان کردیا ہے۔ لہٰذا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کائنات کی ہر چیز کے نہ صرف عالم تھے بلکہ مُعلّم بھی تھے۔ مگر ایک سوال ایسا رہ جاتا ہے کہ جسکا جواب ضروری ہے یعنی یہ کائنات کتنی بڑی ہے؟ اسکے حدود اربعہ کیا ہیں؟ ۔ کیونکہ اگر کائنات چھوٹی سی ہو تو قرآن کریم اور آنحضرتؐ کا علم بھی اُسی نسبت سے کم ہوگا اور اگر یہ کائنات خود ایک وسیع ترین چیز ہے تو اُسی حساب سے اُن دونوں کے علم کی وسعت ثابت ہوگی۔ جناب سرورِ کائنات کے مقام بلند کی ایک ممکن جھلک دیکھنے کیلئے آپکو اس کائنات کی وسعتوں پر ذرا سی توجہ دینا پڑے گی۔

اس بات کو ہم یوں شروع کرتے ہیں کہ اللہ کی ایک صفت رَبُّ العالمین ہے۔ یعنی اللہ اس کائنات یا اِن عالموں کا اور ان میں جو کچھ بھی ہے اُن سب کا رَب ہے۔ رَب کے معنی ہیں پالنے والا۔ سامانِ بقا فراہم کرنے، پیدا کرنے اور تربیت کرنے والا۔ کائنات کی ہر چیز میں انبیاءؑ اور رُسُلؑ بھی شامل ہیں اور خود حضورؐ بھی اس میں داخل ہیں، ملائکہ بھی، جنات بھی، انسان اور حیوانات بھی، جمادات ونباتات بھی۔ الغرض تمام معلوم ونامعلوم مخلوق کو پالنے والا اللہ ہے۔ '' اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ'' ۔ کی طرح قرآن کریم نے آنحضرتؐ کو بھی۔ ''رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ'' ۔ بتایا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر واقعی حضورؐ تمام عالمین کے

لئے رحمت ہیں تو جہاں تک عالَمین کی وسعت اور گنجائش ہے۔یا جہاں تک رب العالمین کی ربوبیت کا پھیلاؤ ہے۔ وہیں تک حضوؐر کی رحمت کا دائرہ پہنچے گا۔اس لئے اگر رَب العالمین اور رحمت للعالمین میں آئے ہوئے لفظ ''العالمین'' کے معانی ایک ہی ہیں تو یاد رکھئے کہ وسعتِ ربوبیت سے وسعتِ رحمت کو ہم آغوش ماننا لازم آتا ہے۔ رہ گئے عالمین کے معنی ؟ تو یہ سوال صرف مولویانہ نہیں ہے۔ بلکہ ہم نہایت اطمینان سے کہہ سکتے ہیں کہ یہ سوال مولویانہ ہے ہی نہیں۔ یہ سوال جن لوگوں کے حل کرنے کا ہے۔ وہ اپنے کفر کے باوجود آج کائنات کی مہیب وسعتوں کے سامنے سر جھکانے اور عظمت رب العالمین کو تسلیم کرنے کیلئے الفاظ کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔اُنہوں نے برسوں خاک چھان کر اس کائنات کی وسعتوں کی جھلکیاں ناپنے کے لئے حیران کن پیمانے بنائے ہیں۔قارئین کرام کو معلوم ہے کہ روشنی کی رفتار ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار (1,86,000) میل ہے اس کو ساٹھ سے ضرب دے کر یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ روشنی ایک منٹ میں کتنا فاصلہ طے کرتی ہے۔ پھر نتیجہ کو ساٹھ سے ضرب دے کر ایک گھنٹہ میں اور اس کو چوبیس سے ضرب دے کر ایک دن میں اور پھر اسے تین سو پینسٹھ سے ضرب دے کر یہ معلوم ہوگا کہ ایک سال میں روشنی کتنا فاصلہ طے کر سکتی ہے۔ایسے سال کو روشنی کا ایک سال (LIGHT YEAR) قرار دیا گیا ہے۔لہٰذا اس زمین سے جو نزدیک ترین تارا ہے وہ اتنی دور ہے کہ اگر روشنی ایک سو سال تک ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ کی رفتار سے چلتی رہے تو ممکن ہے کہ اس نزدیک ترین ستارہ تک پہنچ سکے۔ بعید ترین اجرام کا ابھی علم نہیں ہے۔اور ہم کہتے ہیں کہ ابھی اس کے علم کی ضرورت بھی نہیں ہے ہمارے ہندسے اور گنتی تو اس نزدیک ترین فاصلہ ہی کیلئے ناکافی ہیں۔

(12) عالمین ایک ایسا لفظ ہے جس کی حدود کا تصور تک ناممکن ہے

عالمین میں ہمارے سورج کی طرح کے لاتعداد شمسی نظام برسرکار ہیں اور رب العالمین لاتعداد مشارق و مغارب کا خالق اور رب ہے۔جس کا اندازہ حجرہ نشین نہیں کر سکتے۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَابَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ o(37/5).....................
فَلآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَ الْمَغٰرِبِ اِنَّالَقٰدِرُوْنَ o(70/40)

(س)۔''آسمانوں اور زمینوں کا رب اور جو کچھ اُن کے درمیان ہے اُن سب کا رب اور تمام مشرقوں کا رب ہے''۔ اور یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

(ع) ''ہم اپنے مشرقوں اور مغربوں کے رب ہونے کی قسم کھاتے ہیں کہ ہم قادر ہیں.........

اللہ کی اس عظیم الشان کائنات کی وسعتوں کی صرف ایک جھلک دیکھ کر عقلائے زمانہ مبہوت ہیں۔قدم قدم پر اللہ کو نہ سہی تو اُس کی جبروت اور قاہرانہ نظام کو سجدہ کر رہے ہیں۔لیکن اللہ پر ایمان رکھنے والے یہ بھی نہیں جانتے۔کہ آج بنی نوع انسان کی عقل اور کوشش کہاں سے کہاں تک پہنچ گئی ہے۔

جو لوگ زمین سے ایک انچ بھی بلند نہ ہوئے ہوں۔اُنہیں کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ سدرۃ المنتہٰی کیا ہوتا ہے۔ آیۃ الکبریٰ کسے کہتے ہیں۔بَرق وبُرّاق کیا چیز ہوتے ہیں؟ اُنہیں کیسے بتایا جائے کہ ایک گرم بستر سے، انسان کے باہر آجانے کے بعد، کتنی دیر میں حرارت خارج ہوجاتی ہے۔ان کے تصور میں یہ گنجائش کیسے پیدا ہو کہ وہ سمجھ سکیں کہ اس سے بھی جلد تر پوری کائنات کی سیر ومشاہدہ کرایا جاسکتا ہے۔

یہ وہ امکانات ہیں جن پر ایمان لاکر آج دنیا کے عقلمند انسان شموس واقمار اور فضاؤں میں نشان پائے محمدؐ تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔اور منکرینِ قرآن کا خودساختہ لقب اختیار کر لینے والے عالمانِ اسلام استنجا واستبرا کی غلاظتوں میں الجھے ہوئے آگے چلنے کے بجائے مسلمانوں کے پَر کاٹنے کے لئے قینچیاں تیز کر رہے ہیں۔وہ اُمت جن کے ایک راہنماؑ نے فرمایا تھا کہ:۔

لَوْ فَرَّقُوْكُمْ تَحْتَ كُلِّ كَوْكَبٍ لَجَمَعَكُمُ اللّٰه...الخ

۔''اگروہ تمہیں تمام ستاروں میں الگ الگ پہنچادیں۔تب بھی خدا تمہیں یقیناً جمع کرلے گا''۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کی تصدیق اور تحقیق کے ارادے اور ہمت نے عقلاءِ انسانیت کو فضاؤں کی پہنائیوں تک پہنچادیا۔اور آج حضرت آدمؑ کی اولاد اس فضاء میں چاند اور ستاروں کی تلاشی لیتی پھر رہی ہے۔یہ کام ایسے لوگوں کے حصہ میں تھا جو تسخیر کائنات پر ایمان لے آئے تھے۔قرآن کریم اور صاحبِ قرآنؐ نے اس پوری کائنات کو انسانوں کے ہاتھ میں تسخیر شدہ قرار دیا تھا۔چنانچہ یہ قرآن کریم ہی کا تو فرمان ہے کہ:۔

سَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ط وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ بِاَمْرِهٖ ط اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ o (16/12)

(ف)۔''تمہارے لئے چاند اور سورج اور رات و دن مسخر کردیے گئے ہیں۔اور خدا کے حکم سے ستارے بھی مسخر ہیں۔بتحقیق اس تسخیر میں عقل سے کام لینے والوں کے لئے معجزات ہیں''۔ اور فرمایا کہ:۔

(ص)۔ ''جو کچھ بھی زمینوں اور آسمانوں میں ہے وہ سب کا سب تمہارے قابو میں دیدیا گیا۔ بتحقیق اس ماتحتی (یا تسخیر) میں مُفکر قوم کے لئے معجزات موجود ہیں''۔

سَخَّرَ لَكُمْ مَّافِي السَّمٰوٰتِ وَمَافِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (45/13)

یہاں ذرا ٹھہر کر یہ غور فرمائیں کہ اگر واقعی خدا نے ان دونوں آیتوں (یا اسی قسم کی اور بہت سی آیات) میں صحیح بات کہی ہے۔ تو ہر اس شخص کو جو اللہ اور قرآن پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ یہ پوری کائنات اور اس کائنات میں جو کچھ بھی ہے۔ وہ کم از کم جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روبرو ضرور مسخر تھا۔ یہاں کی ہر چیز پر انہیں کماحقـہ تصرف حاصل تھا۔ یہ چاند، یہ سورج، یہ زمین اور یہ آسمان اور فضائیں اور تمام سیارے اور ستارے حضورؐ کے حکم کے تابع تھے۔ اور اسی اطاعت کے لئے حضورؐ کو قرآن کریم کے ذریعہ سے کائنات کی ہر شے کا علم دیا گیا تھا۔ اگر کائنات کو آنخضرتؐ کے سامنے مطیع و فرمانبردار نہ بنانا ہوتا اور حضورؐ کا چاند، ستاروں اور فضاؤں وغیرہ سے کوئی تعلق نہ ہوتا۔ تو انہیں یہ عظیم الشان علم دینے کی دوسری کوئی معقول وجہ ہی نہیں ہوسکتی۔ ہمیں بہت تعجب ہے کہ قرآن کریم کے واضح اور مفصل بیانات کے باوجود بھی مسلمانوں میں ایسے حضرات موجود رہتے چلے آئے جو آنخضرتؐ کے معجزات کا انکار کرنے میں فخر محسوس کرتے رہے۔ وہ حضرات معراج کا انکار کرتے رہے۔ اُنہوں نے معجزۂ شق القمر کو نہ مانا۔ وہ سورج کے لوٹائے جانے پر ناک بھوں چڑھاتے رہے۔ لیکن آپ نے ان آیات میں دیکھا کہ خدا کو ذرا برابر تکلف نہ ہوا اور صاف الفاظ میں کہہ دیا کہ نہ صرف چاند اور سورج، نہ فقط دن اور رات، اور نہ محض ستارے و سیارے آنخضرتؐ کے توسط سے مسخر کر دیے گئے ہیں۔ بلکہ پوری کائنات اور اس میں جو کچھ بھی ہے وہ سب کا سب مطیع و فرمانبردار اور غلام بنا دیا گیا ہے۔ کائنات کی کسی چیز کو حضورؐ کے مقابلہ میں ذرہ برابر اختیار نہیں رہ گیا ہے۔ ہواؤں پر انہیں قابو، فضاؤں پر وہ غالب، بلکہ اُنؐ کے وسیلہ سے تمام بنی نوع انسان کو اُن پر تصرف مل سکتا ہے۔ صرف قرآن اور رسولؐ پر ایمان اور تفکر و تعقل کی شرط لگا دی گئی۔ حیرت ہے کہ زبانی آنخضرتؐ کو سرور کائناتؐ، کائنات کا مالک کہا جائے۔ اور ان کے کائنات پر تسلط اور تصرف کا انکار کر دیا جائے۔ اس کا اصل سبب یہ تھا۔ کہ اُن حضرات کو ایک چیونٹی پر بھی اختیار حاصل نہ تھا۔ وہ کورے جاہل تھے۔ اگر وہ بھی کہیں کائنات پر تسخیر اور کائنات کے علوم کا دعویٰ کر بیٹھتے تو اس کو ثابت کیسے کرتے؟ اُن کیلئے لازم تھا۔ کہ وہ اپنی اسلامی

دُکان چلانے کیلئے ہرایسی عظمت کاانکار کریں جواُن کی دُکان میں نہ تھی۔اسی لئے انہوں نے لوگوں کو یہ بتایا کہ معاذ اللہ رسولؐ محض ایک آلہءِ کار ہوتا ہے۔وہ خود اپنے زمانہ کے بہت سے علوم میں لوگوں سے کم ہوتا ہے۔اس سے غلطی اور خطائیں ہوتی ہیں۔یہ سب کچھ اِس لئے کرنا پڑا کہ اِن حضرات کی جہالت اور غلط کاری پر پردہ پڑ جائے۔خواہ پوری بنی نوع انسان علوم قرآنیہ سے محروم رہ جائے۔وہ قرآن کریم کو نہ غائب کر سکے اور نہ اُن سے اُس کی عبارت میں ردّو بدل ہوسکا۔اُنہوں نے قرآن قرآن پکارنا شروع کیا۔احادیث رسولؐ اور سرکارؐ کی زندگی کے واقعات بیان کرنے اور سننے پر پہرہ بٹھایا۔تاکہ عوام کو معجزات کا صحیح علم نہ ہو سکے۔پھر قرآن کریم کے ٹھیکیدار بن کر سینکڑوں طرح کی تفسیریں لکھوائی گئیں۔تاکہ قرآن مجید کے معجزاتی مقامات کی غلط تاویل کر کر کے اُدھر سے مسلمانوں کی توجہ موڑ دی جائے۔عربی زبان کی خودساختہ ایسے لُغات تیار کرائے جن میں بیان کردہ معانی کا عربی زبان اور خصوصاً قرآن کریم کی زبان سے کوئی تعلق نہ تھا۔عوام پر ان کا علمی رعب چھا گیا۔وہ سمجھے کہ یہ ہروقت قرآن قرآن پکارنے والے کیسے قرآن سے جاہل ہوسکتے ہیں۔لہٰذا جو کچھ یہ فرماتے ہیں وہی صحیح ہے۔چنانچہ اگر کسی گوشہ سے تسخیر کائنات یا علوم کائنات کی آواز آئی بھی تو ان ٹھیکیداران مذہب نے بدعت بدعت اور فتنہ اور اسلام خطرہ میں ہے کے نعرے لگا لگا کر عوام کے کانوں کو بہرا کر دیا۔مگر قرآن کریم اور رسولؐ کریم کی عظمت ثابت ہوکر رہنا تھی۔اِن دونوں نے مل کر ایسا انتظام کر دیا تھا۔کہ آخر علوم قرآن اور علوم رسولؐ دنیا میں پھیل کر اپنا اثر دکھانے لگے۔دو اور دو جب بھی جمع کئے جائیں چار ہو جائیں گے۔اگر خدا کا منکر دو اور دو کو جمع کرے تو بھی نتیجہ چار ہی ہوگا۔دبی ہوئی علمی حقیقتیں آخر ابھریں اور آج وہی ٹھیکیداران مذہب دیکھ رہے ہیں۔کہ آخر انسان نے فضاؤں اور ہواؤں تک رسائی حاصل کرلی۔اوران بیچاروں سے آج تک استنجے کے لئے بھی کوئی نفیس چیز ایجاد نہ ہوئی۔ان کا کام یہ رہ گیا ہے کہ ہر ایجاد کو پہلے بدعت قرار دیتے رہیں اور آخر تنگ آ کر اسی بدعت کو مسجدوں میں فٹ کر کے اس سے فائدہ اٹھاتے چلے جائیں۔اُن لوگوں کے لئے کس قدر مقام عبرت ہے کہ یہ اس پر تو ایمان لے آئے کہ کافر فضاؤں میں جا کر واپس آرہے ہیں۔لیکن یہ خود اپنے رسولؐ کی معراج کے آج بھی منکر ہیں۔معراج کا نام سنتے ہی انہیں بخار ہو جاتا ہے۔دن کا چین،رات کی نیند حرام ہو جاتی ہے اور دن رات رسولؐ اللہ کی عظمتوں کو ماننے والوں پر کفر والحاد کے فتاویٰ صادر کرتے رہتے ہیں۔یہ روزانہ ریڈیو سنتے ہیں ٹیلی ویژن دیکھتے ہیں اور مانتے ہیں کہ لاکھوں میل سے آواز سن رہے ہیں۔لیکن اگر کوئی ان سے یہ کہہ

دے کہ فلاں بزرگ نے ہزاروں میل سے آواز دے کر کسی کو متوجہ کرلیا تھا۔تو انہیں متلی شروع ہو جاتی ہے۔اس بدقسمتی کا علاج اللہ ہی کرے تو کرے۔

(13) ہم قرآن مجید سے کائنات کی وسعتوں کا تذکرہ کرتے کرتے یہاں تک آئے تھے کہ عالمین ایک بہت وسیع لفظ ہے۔اور جہاں جہاں تک رب العالمین کی ربوبیت پہنچتی ہے۔وہیں تک رحمة للعالمینؐ کی رحمت کا دائرہ پہنچنا چاہئے۔ اس سلسلہ میں ہم نے اس کائنات کا تذکرہ شروع کردیا تھا جس کی مہیب ترین وسعت کا آج انسانوں کو پتہ لگ چکا ہے۔اب یہ بتانا ہے کہ روشنی کے سوسال کا فاصلہ تو کسی نہ کسی طرح ناپا جاسکتا ہے لیکن انسانی فضل وکمال اور اس کا علمِ ہندسہ پاگلوں کی طرح سجدہ میں سر پٹختا ہے جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ ربوبیتِ خداوندی اور اُس کی رحمةؐ کی وسعت یوں بھی ظاہر کی گئی ہے کہ :۔

يُدَبِّرُ الْاَمْرَمِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِیْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَo ذٰلِکَ عٰلِمُ الغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُO(32/5-6)

(ق)۔"آسماں سے زمین کی طرف الْاَمر کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر وہ (امر) اس کی طرف بلند ہوتا (معراج کرتا) ہے۔ ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہاری گنتی والے ایک ہزار سالوں کے برابر ہوتی ہے۔وہ ہے مشہودات اور غیب کا عالم غلبہ والا رحیم (یعنی اللہ)"۔

اس آیت کو سمجھنے کے لئے یہ بات سمجھ لیں کہ اگر آپ ایک بکس کے اندر بند کی ہوئی تمام چیزوں کی تفصیل بتادیں تو یہ بھی کمال ہے۔لیکن اگر ایک بنگلہ کے اندر رکھے ہوئے تمام بکسوں کے اندر کی تفصیل بتادیں تو یہ زیادہ کمال ہے۔اسی طرح اس زمین میں جو کچھ ہے اس کی تفصیل بتانا بہت ہی حیران کن کمال ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا ہے کہ ہمارے عالم الغیب ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم صرف ان چیزوں کو جانتے ہیں جو تم نہیں جانتے۔ بلکہ ہم ایسے عالم الغیب اور غالب (عزیز) ہیں کہ ہم ہر لحہ تدبیر امر کرتے رہتے ہیں۔اور وہ امر اپنی ناقدانہ سرعت کے ساتھ ایک ہزار سال تک پھیلتا, بلند ہوتا اور نتائج برآمد کرتا چلا جاتا ہے۔لیکن ہم خود اپنے امر کی ہزار سالہ پرواز کے ہر ہر لحہ اور ہر ہر نتیجہ سے آگاہ ہیں۔یعنی اس کائنات یا ان عَالمین کی وسعت اس طرح بھی بتائی گئی ہے کہ امر خداوندی کائنات کی وسعتوں میں ایک ہزار سال تک بلند ہوسکتا ہے؟ بتایئے کیا نسبت ہے روشنی کی رفتار کو امر خداوندی کی رفتار سے اور ایک سو روشنی کے سالوں کو ایک ہزار سال سے؟ ایک دوسرے مقام پر

کائنات کی وسعتوں میں عروج ومعراج کا ایک دوسرا پیمانہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ:۔

(ر)۔''بلند ہوتے ہیں ملائکہ اوررُوح اس کی طرف ایک ایسے دن میں کہ جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے''۔

| تَعۡرُجُ الۡمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوۡحُ اِلَيۡهِ فِیۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗ خَمۡسِيۡنَ اَلۡفَ سَنَةٍo(70/4) |

آپ تو ایک ہزار سال ہی پر غور فرمارہے تھے۔ یہاں خالق کائنات اور کائنات کو وسعت دینے والے اللہ نے یہ بتایا کہ ملائکہ اور روح اپنی پوری سرعت کے ساتھ اس کائنات میں پچاس ہزار سال تک پرواز کرتے اور بلند ہوتے رہتے ہیں۔ پھر چونکہ یہاں خدا نے سابقہ آیت کی طرح یہ نہیں فرمایا کہ مِمَّا تَعُدُّوۡن ۔تمہاری گنتی والے پچاس(50) ہزار سال۔لہٰذا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کون سے پچاس ہزار سال ہیں بہرحال ہم خود اپنے والے پچاس ہزار برس سمجھ لیتے ہیں۔تب بھی کیا آپ کے تصور میں اس کائنات کی وسعتیں سماسکتی ہیں۔ بتایئے ابھی کتنا زمانہ درکار ہے یہ محسوس کرنے کے لئے کہ روشنی کی رفتار کے بجائے ملائکہ ایسی نورانی مخلوق کی رفتار سے پچاس ہزار برس برابر چل کر کتنا فاصلہ طے ہوسکے گا؟ یا امر خداوندی کی سریع الرفتاری سے ایک ہزار برس میں کتنے میل کی وسعت ہوگی؟ بات کرنے سے پہلے یہ سمجھ لیں کہ یہ کائنات کی لمبائی, چوڑائی یا وسعت کی میزان نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو کائنات میں حرکت کی ایک گنجائش بیان کی ہے۔ پھر آپ کو قرآن کریم یہ بھی بتاتا ہے کہ اس کائنات میں ایک ہی زمین یعنی ارض نہیں ہے بلکہ:۔

(ش)۔''اللہ وہ ہستی ہے۔ جس نے سات آسمان اور آسمانوں ہی کیطرح سات زمینیں پیدا کی ہیں۔امرِ خُداوندی ان سب کے مابین نازل ہوتا یا اترتا رہتا ہے۔تا کہ تم اس کا علم حاصل کرلو کہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔اور یہ بھی کہ اللہ نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کررکھا ہے''۔

| اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الۡاَمۡرُ بَيۡنَهُنَّ لِتَعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیۡءٍ قَدِيۡرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدۡ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیۡءٍ عِلۡمًاo(65/12) |

خدا نے اپنی قدرت اور علم کی وسعتوں کو بیان کرنے کے لئے جو طریقہ یہاں سکھایا ہے۔اسی ہی کو ہم نے آیت ۔''ق''۔ میں اختیار کیا تھا یعنی اس نے بتایا ہے۔کہ اگر صرف سات عدد آسمان ہوتے تو علم کا پیمانہ چھوٹا ہوتا۔لیکن وہاں تو سات عدد ارض یا زمینیں بھی ہیں۔لہٰذا ان سب کو پیدا کرنے اور سب پر قدرت رکھنے والی ذات کو ضرور علیم وقدیر ہونا چاہیے تا کہ کوئی چیز

اس کے احاطۂ علم وقدرت سے باہر نہ رہ جائے۔ جو خاص بات یہ آیت بتاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ قرآن پر ایمان رکھنے والوں کو اپنے اللہ کی صفت قدیر اور علیم کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لئے اس کائنات کی وسعتوں کا علم حاصل کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر سچا ایمان لاسکیں۔ لیکن افسوس ہے کہ یہاں اپنے حجروں کے بھی دروازے بند کر لئے گئے اور (معاذ اللہ) ایک چھوٹا سا ظالم اور جابر اللہ (معاذ اللہ) ایک چھٹی رساں کی قسم کا رسول اور ایک سمجھ میں نہ آنے والی مبہم سی کتاب کی تکون میں پھنس کر زاویہ نشینی اختیار کر لی گئی۔ خدا اپنا رحم کرے اس تنگدامنی پر۔ افسوس ہے کہ انہوں نے قرآن کریم، رسول کریمؐ اور خداوندِ کریم کے فیوض سے رُوگردانی کر لی اور اپنے منصوبوں کو اپنا خدا اور رسول بنالیا اور اپنے اوہام کو اپنی کتاب اور راہنما تجویز کر لیا اور دین اسلام سے اسطرح نکل گئے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے اور اپنے ساتھ انہوں نے عــــامۃ المسلمین کو بھی فضل خداوندی اور رحمتِ ختم المرسلینؐ سے محروم کر دیا۔ بہرحال قرآن کریم ہمارے پاس گھر گھر موجود ہے۔ اِس کے ہر قسم کے اور ہر مکتب فکر کے ترجموں سے عظمت رسولؐ ثابت ہے۔

(14) مذکورہ بالا آیت کو پڑھ کر آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ خدا نے اپنے لئے رَبُّ المشارق اور رَبُّ المغارب یوں فرمایا تھا؟ اب آپ یاد رکھیں کہ سماوات کے ساتھ جہاں جہاں بھی لفظ اَرض آیا ہے وہ واحد ہی نہیں جمع کو بھی ظاہر کرتا ہے اَرْضُوْن یا اَرْضِیْنَ کو ثقیل ہونے کی بناء پر استعمال نہیں کیا گیا۔ لیکن ہمیں جو دعائیں تعلیم کی گئیں ہیں اُن میں ارضین السبع استعمال ہوا ہے۔ کائنات صرف خدا کے علم وقدرت کے سامنے محدود ہے۔ ورنہ انسان کا علم اُس کی حد بندی سے قاصر ہے۔ لہٰذا ہمارے ناقص اور محدود علم کے سامنے یہ کائنات لامحدود ہی ہے۔ چنانچہ سرکار دوعالمؐ کی رحمت اور علمؐ کا دائرہ بھی انسانی عقل وشعور کی وسعتوں سے باہر اور لامحدود ہے۔ ان چند آیات سے جو عظیم وسعت سامنے آتی ہے۔ اس میں اس قدر اور اضافہ کر لیں کہ خدا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَo (3/133)

(ت)۔ ’’مغفرت کے لئے اور اس جنت کے لئے جلدی کرو جس کی چوڑائی سارے آسمان اور تمام زمینیں ہیں جو متقیوں کے واسطے تیار کی گئی ہے‘‘۔

غور کیا آپ نے کہ یہ سارے آسمان اور ساری زمینیں ایک جنت کی صرف چوڑائی (عرض) میں سما سکتی ہیں۔یعنی جنت کی لمبائی سے بہر حال یہ تمام سمٰوات اور ارضین چھوٹے ہیں۔ بتایئے کائنات کی وہ مہیب وسعت جس میں اس ہماری زمین سے نزدیک ترین ستارہ، روشنی کے سو(۱۰۰) برس کے فاصلے پر ممکن ہو۔جس میں امرِ خداوندی ایک ہزار سال تک رواں دواں رہ سکے۔جس میں ملائکہ اور روح پچاس ہزار سال تک ایک رُخ میں پرواز کر سکیں یہ تمام ایک جنت کی چوڑائی میں سما جائے۔تو باقی جنتیں اور جہنم کی لمبائی چوڑائی کو شامل کرنے کے بعد بتایئے کہ آپ کیا سمجھے؟ آپ سمجھے یا نہیں سمجھے لیکن ہمارے علم کا سر چکرا رہا ہے۔جسم میں رعشہ پایا جاتا ہے۔قدرتِ خداوندی کے سامنے سر جھکا جاتا ہے۔ان تمام وسعتوں تک ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمۃ بن کر موجود ہیں۔اِس مقام پر سوائے اس کے کیا عرض کریں کہ:۔ ؎ **بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر**

(15) اس لامحدود کائنات کی ہر چیز کی تفصیل وتسخیر قرآن کریم میں بیان کی جا چکی ہے۔جس سے خالق کائنات کی قدرت اور علم کے ساتھ ساتھ رحمۃ للعالمینؐ اور معلمؐ قرآن کریم کے علم وفضیلت کا حیران کن نظارہ سامنے آ جاتا ہے۔اور یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ جہاں جہاں ربوبیتِ رب العالمین کا دور دورہ ہے وہیں تک حضورؐ رحمت بن کر پہنچتے ہیں۔ مذکورہ بالا تمام آیات اور مضمون کے مفہوم کو خداوندِ عالم نے اس طرح سمیٹ کر آپ کے سامنے رکھ دیا ہے کہ:۔

(ث) ۔فرمایا کہ ''میں اپنا عذاب جس کو چاہتا ہوں پہنچا دیتا ہوں اور میری رحمت ہر چیز تک وسیع ہوگئی ہے۔'' یا یہ کہ میری رحمتؐ ہر چیز پر محیط ہے۔اور یہ بھی فرما دیا کہ:۔

قَالَ عَذَابِیْ اُصِیْبُ بِہٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ۔(7/156)

(خ) ۔''کہہ دو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟ جواب دیدو کہ اللہ کی ملکیت ہے۔اللہ نے اپنی ذات پر الرَّحْمَۃؐ کو واجب کر لیا ہے تا کہ تمہیں اُس قیامت کے روز اکٹھا کرے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔اور وہ لوگ جنہوں نے خود کو ضائع کرنا طے کر لیا ہے وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں''۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰہِ ؕ کَتَبَ عَلٰی نَفْسِہِ الرَّحْمَۃَ ؕ لَیَجْمَعَنَّکُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ لَا رَیْبَ فِیْہِ ؕ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَo(6/12)

ان آیات مبارکہ نے یہ بتایا کہ اس پوری کائنات میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کی ملکیت ہے۔ اور چونکہ اللہ قیامت

میں جزاوسزا کا ذمہ دار ہے۔اس لئے اُس پر لازم ہوگیا کہ وہ تمام کائنات کی ہر چیز کو اپنی رحمتؐ سے نواز دے۔لہٰذا اس نے اپنی ذات پر رؐحمۃ کو لازم کرلیا ہے۔تاکہ قیامت میں منکرین کو بتایا جاسکے کہ تم پر ہم نے رحمتؐ کرنا چاہا لیکن تم جان بوجھ کر نقصان کی پرواہ نہ کرتے تھے۔اس لئے اب ہم تمہیں عذاب دے کر عدل کررہے ہیں۔یہی آیات ہماری بحث کو ایک نقطہ پر جمع کرکے یہ بتاتی ہیں کہ ربوبیت کے ساتھ رحمتؐ بھی ہر چیز تک پہنچی ہوئی ہے۔اور جسے عذاب ہوگا وہ اُس کی اپنی ذاتی کوشش پر ہوگا۔ لہٰذا جس روز سے ربوبیتِ کائنات شروع ہوئی اُسی روز سے رحمتؐ خداوندی اس کائنات میں برسرِ عمل ہے۔

(16) یہاں ہم کائنات کی وسعتوں سے ہٹ کر اب یہ بتانا شروع کرتے ہیں کہ اس کائنات کو وجود میں لانے سے پہلے۔کتنا پہلے؟ کوئی نہیں جانتا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ:۔

''میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا۔میں نے چاہا کہ اپنی عظمتوں،جلالتوں اور قدرت کو ظاہر کردوں۔چنانچہ اے محمدؐ میں نے تجھے پیدا کردیا''۔علمائے اُمت اس حقیقت کو مانتے چلے آئے ہیں کہ خدا نے فرمایا ہے کہ۔

۔''اگر تجھےؐ پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں یہ افلاک یا کائنات کو پیدا نہ کرتا''۔

یعنی حضورؐ کی تخلیق کا صحیح منشاء یہ ہے کہ خالقِ کائنات کی صفات کا ظہور ہو۔اس طرح آنحضرتؐ دراصل اس کائنات کی تخلیق کی بنیاد ہیں۔اور یہ سب کچھ انہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔سرکارؐ دوعالم نے فرمایا ہے۔کہ جس چیز کو اللہ نے سب سے پہلے پیدا کیا وہ میرا نور تھا۔یہ بھی فرمایا کہ اللہ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا۔اور یہ بھی کہ سب سے پہلے لوح کو پیدا کیا۔یوں بھی کہا کہ سب سے پہلے اللہ نے قلم کو پیدا کیا۔ **اِن سب بیانات سے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ حقیقتاً نور محمدیؐ ہی کے دوسرے القاب ہیں عقل ولوح وقلم۔اور یہی عقیدہ رہتا چلا آیا ہے اس اُمت کے علماءِ صالحین کا۔** نور محمدیؐ نے پیدا ہوتے ہی اپنے خالقِ حقیقی کو سجدہ کیا۔اور نہ معلوم کتنے زمانہ تک یہ نورؐ سجدے میں مصروف رہا۔اسی نورؐ سے ملائکہ اور دیگر مخلوق پیدا ہوئی۔اور اسی نوؐر کی عبادت سے ہر مخلوق عبادتِ خالق میں مصروف ہوئی۔اور اسی نورؐ سے طریقۂ عبادت سیکھا۔اور اپنے خالق کو پہچانا۔چنانچہ آنحضرتؐ ہی سب سے پہلے مسلم ہیں۔آپؐ ہی سب سے پہلے عابد ہیں۔اللہ نے تصدیق کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:۔

(ذ)۔ ’’کہہ دو کہ بتحقیق مجھے حکم دیا گیا کہ میں اسلام لانے والوں میں سب سے پہلا ہو جاؤں اور کسی طرح بھی مشرکین میں داخل نہ ہوں‘‘۔

قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ o(6/14)

چنانچہ آنحضرتؐ تمام اسلام لانے والوں میں اُسی طرح اوّل نمبر رکھتے ہیں جیسا کہ آپؐ کا تخلیق میں پہلا نمبر ہے۔ اس بات کو کہ آپؐ پہلے مسلم ہیں، واضح کرنے کے لئے قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ یہ آسمان اور یہ زمین اور جو کچھ سماوات اور ارضین میں ہے وہ سب اسلام لائے ہیں اور مسلم ہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ:۔

(ض)۔ ’’کیا وہ اللہ کے دین کے علاوہ کوئی اور مذہب چاہتے ہیں حالانکہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کے لئے اسلام لایا ہے‘‘۔

اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ وَ لَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ.. الخ(3/83)

یہاں یہ دیکھئے کہ اس کائنات کی ہر چیز سے پہلے اسلام لانے والا وہی ہوسکتا ہے۔ جو اُن سب سے پہلے اسلام لا چکا ہو۔ اور اسلام لایا نہیں جا سکتا جب تک کوئی موجود ہی نہ ہو۔ لہٰذا حضورؐ کا وجود، سورج، چاند، ستاروں، سیاروں سے پہلے مسلم کی حیثیت سے موجود ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اسی لئے حضورؐ کی زبانی اعلان کرایا گیا کہ کہہ دو کہ:۔

(ظ)۔ ’’میں سب سے پہلا مسلم ہوں یا میں اسلام لانے والوں میں سب سے اول نمبر پر ہوں‘‘۔ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ O(6/163)

(17) اسی طرح سرکارِ دو عالَم کو خدا نے اول المسلمین ہونے کیساتھ ہی سب سے پہلا عابد ہونے کا حکم دیا تھا قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ:

(غ)۔ ’’کہہ دو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اللہ کی عبادت اس طرح کروں کہ دین خالص اللہ کیلئے ہو جائے۔ اور مجھے حکم دیا گیا کہ میں پہلا مسلم بن جاؤں‘‘۔

قُلْ اِنِّیْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ o وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ o(39/11/12)

معلوم ہوا کہ ہمارے رسولؐ جب سے مسلم ہیں اُسی وقت سے مصروف عبادت رکھے گئے ہیں۔ اس لئے کہ آنحضرتؐ سے قرآن مجید میں یہ اعلان کرایا گیا کہ:۔

(الف الف)۔ ’’کہہ دو کہ اگر رحمٰن کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلا عبادت کرنے والا ہوں یا عبادت کرنے والوں میں، میں سب سے پہلا ہوں‘‘۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ o(43/81)

قارئین کرام کو اب کسی قسم کا شبہ نہ رہنا چاہئے۔ اور یقین آ جانا چاہئے کہ آپ کے رسولؐ اس کائنات کی ہر چیز سے پہلے

پیدا ہوئے۔سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے پہلے عبادت کی جیسا کہ قرآن کریم نے کائنات کی ہر چیز کو مسلم یعنی اسلام لانے والی بتایا تھا۔ بالکل اُسی طرح پوری کائنات کو عبادت کرنے والا بھی فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ:۔

وَلِلّٰهِ يَسۡجُدُ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ.. الخ(13/15)
اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالطَّيۡرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسۡبِيۡحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِمَا يَفۡعَلُوۡنَO(24/41)

(الف ب)۔''جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب اللہ کے لئے سجدہ کرتے ہیں''۔اور فرمایا:۔

(الف ج)۔''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی بھی ان آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہ یقیناً اللہ کی تسبیح کرتا ہے اور پرندے صف بستہ ہوتے ہیں اور یقیناً سب نے اپنی اپنی نماز کو اور تسبیح کو جان لیا ہے اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اس پر علیم ہے''۔

قرآن کریم نے صریح اور واضح الفاظ میں کائنات کی ہر چیز کا تسبیح، نماز اور سجدہ کرنا بتادیا ہے۔ایسی آیات کی ہرگز تاویل نہ کی جاتی اگر ہم نے سرورؐ دوعالم کی پوزیشن کو قرآن کریم کے الفاظ سے متعین کیا ہوتا۔اور اپنے ناقص تجربوں کا چشمہ لگا کر اُن کو نہ دیکھا ہوتا۔قرآن مجید نے یہ بھی بتادیا کہ آنحضرتؐ نے کائنات کی ہر چیز کو عبادت اور تسبیح کرتے ہوئے ملاحظہ کیا ہے۔اسی لئے علماء صالحین کا اس پر ایمان رہا ہے کہ تمام عبادتیں سرکارؐ دوجہاں کی عبادت سے سیکھی گئی ہیں۔چنانچہ قرآن کریم کے واضح الفاظ نے یہ بتادیا کہ آنحضرتؐ نہ صرف اوّل المسلمین اور اوّل العابدین ہیں بلکہ کائنات کی ہر مخلوق کے لئے نمونہ اسلام وعبادت بھی وہی ہیں۔اور یہ کہ انہوں نے ہر شے کو عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔یہ ہیں رحمۃؐ للعالمین۔جنھوں نے پوری کائنات کی ہر چیز کو خدا سے متعارف کرایا اور اس طرح ہر چیز نے خلقت کے ساتھ ہدایت بھی حاصل کرلی۔جس پر خدا نے فرمایا کہ:۔

قَالَ رَبُّنَا الَّذِىۡۤ اَعۡطٰى كُلَّ شَىۡءٍ خَلۡقَهٗ ثُمَّ هَدٰىo(20/50)

(الف د) (حضرت موسیٰؑ نے) فرمایا۔''ہمارا رب وہ ہے جس نے تمام چیزوں کو خلقت دی اور پھر اُن سب کو ہدایت کردی''۔

(18) ظاہر ہے کہ رحمۃ للعالؐمین ہی تمام مخلوقات کی ہدایت کا ذریعہ بنائے گئے۔اُن ہی کی حقیقت نورانیہ تمام کائنات کی تخلیق کی بنیاد بنی۔تخلیقِ کائنات اور کائنات کی تمام اشیاء کی پیدائش نورِ محمدیؐ کے روبرو ہوئی۔ان کی عبادت باقی مخلوقات کے لئے نمونہ بنی۔ان کا اسلام پوری کائنات کے لئے راہنما بنا اس لئے کہ وہ رحمۃ للعالؐمین بنائے گئے تھے۔لہٰذا

پوری کائنات کی ہدایت کا سبب بنائے گئے۔ان کے لئے بجا طور پر فرمایا کہ:۔

(الف ہ)۔’’برکتوں کی مالک ہے وہ ہستی جس نے اپنے بندہ پر فرقان نازل کیا تا کہ وہ عالمین کے لئے نذیر ہو جائے‘‘۔

تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًاo(25/1)

یہاں تک یہ چیز واضح ہوگئی کہ جناب محمد مصطفٰےصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف بنی نوع انسان کے رسولؐ اور ہادی ہی نہ تھے، بلکہ آپؐ کائنات کی ہر مخلوق کے لئے رحمتؐ، ہدایت، رسولؐ اور نذیر تھے۔اور یہ ناممکن ہوتا اگر حضورؐ کو کائنات کی ہر چیز سے پہلے پیدا نہ کیا جاتا۔اور پھر بھی ناممکن ہوتا اگر انہیں اس پوری کائنات کی چیزوں پر تفصیلی علم نہ دیا جاتا۔یہی سبب ہے کہ حضورؐ کو ملنے والی کتاب میں نہ صرف یہ کہ ہر چیز کی تفصیل بتادی۔ بلکہ اُس کتاب کو بھی تمام عالمین کے لئے تذکرہ اور نصیحت قرار دیا گیا۔یعنی رحمۃ للعالمین اور نذیر للعالمین کو کتاب بھی ذِکرٌ للعالمین (81/27, 36/69, 6/90, 68/52), (38/87) دی گئی اس امت کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ حضورؐ کا فرمان ہے۔

کہ۔’’میں اُس وقت بھی نبیؐ تھا جبکہ آدمؑ ابھی کہیں پانی اور مٹی کے درمیان تھے‘‘۔

کُنْتُ نَبِیًّا وَ اٰدَمَ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْن.

یعنی پانی ابھی الگ تھا۔مٹی کہیں اور تھی۔ابھی دونوں کو ملا کر گارا بھی نہ بنایا گیا تھا۔تصورِ آدمؑ کہیں الگ تھا۔لیکن میں اُس وقت بھی نبیؐ تھا۔یعنی میں پانی اور مٹی اور خود تصورِ آدمؑ کے لئے بھی نبیؐ تھا۔اس چیز کو قرآن کریم نے ایک عجیب انداز میں یوں فرمایا ہے کہ:۔

(الف و)۔’’یہ اوّلین نذیروں میں سے ایک نذیر ہے‘‘۔سبحان اللہ! کیوں نہ

ھٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰیo(53/56)

ہو؟ اول المسلمینؐ اور اول العابدینؐ، رحمۃ للعالمین اور نذیر للعالمینؐ ہی تو درحقیقت ایسا نذیرؐ ہو سکتا ہے جو تنذیر کی ابتداء کرے اور تنذیر کرنے والے انبیاءؑ اور رُسلؑ کیلئے بھی نذیر ہو۔اور چونکہ رسولؐ اللہ ہر تنذیر کرنے والے کی بنیاد ہیں اور ہر تنذیر میں شامل ہیں۔اس لئے اُن کو ملنے والی کتاب کی شان میں فرمایا گیا تھا کہ:۔

(الف ز)۔’’بتحقیق یہ ابتدائی کتابوں میں بھی آیا تھا جیسا کہ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی کتابوں میں بھی آیا‘‘۔اور آنحضرتؐ کے لئے خصوصاً فرمایا کہ:۔

اِنَّ ھٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰیo صُحُفِ اِبْرٰھِیْمَ وَ مُوْسٰیo(87/18-19)

(الف۔ح) ۔''ایک ایسا رسولؐ ہے جو پاکیزہ اور پاک کرنیوالی کتابوں کی تلاوت کرتا ہے۔اُس کی تلاوت میں قائم رہنے والی ساری کتابیں داخل ہیں''۔

رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةًo فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌo(98/2-3)

معلوم ہوگیا کہ تمام انبیاءؑ کے پاس قرآن کریم ہی کے ابتدائی اجزاءوحی ہوئے تھے۔اور پھر تمام سابقہ کتابیں قرآن کریم میں جمع کردی گئیں اسی حقیقت کو یوں ظاہر کیا کہ:۔

(الف ط)۔''اس قرآن کیساتھ روح الامین بھی تیرے قلب پر نازل ہوگیا۔تاکہ تو منذرین میں سے ہوجائے۔واضح ترین عربی زبان میں۔اور بتحقیق یہ قرآن تمام پہلی کتابوں میں موجود ہے''۔

نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُo عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ o بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ o وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَo(26/193-196)

(19) واضح ہوگیا کہ قرآن کریم ہی کے ابتدائی اجزاء باقی سابقہ کتابوں میں نازل ہوتے رہے تھے۔اوراب اس قرآن میں وہ سب کتابیں بھی موجود ہیں۔ایک خاص بات جو یہاں دیکھنا ہے۔وہ یہ ہے کہ یہی قرآن پہلے دیگر اقوام کی زبانوں میں نازل ہوتا رہا تھا اور آخر عربی زبان میں نازل ہوا۔پھر قرآن کریم نے ایک قاعدہ یہ بتایا ہے کہ ہر رسولؑ کو اس کی قوم کی زبان میں تعلیمات بھیجی گئی ہیں۔تاکہ وہ قوم اپنی روزانہ کی زبان میں تعلیماتِ خداوندی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ سکے۔چنانچہ فرمایا کہ:۔

(الف ی)۔''اور ہم نے کوئی رسولؐ بھیجا ہی نہیں سوائے اس کے کہ وہ اپنی قوم کے ہم زبان تھا۔تاکہ وہ اُن کے لئے وضاحت سے بیان کرسکے''۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ.....الخ(14/4)

یہ ایک ایسا اصول ہے کہ اس کی خلاف ورزی سے مقصدِ رسالت ہی فوت اور ضائع ہوجاتا ہے۔پوری قوم اور خود رسولؐ کو ایک نئی زبان سیکھنا۔اور پھر اس نئی زبان میں اپنی مادری زبان ایسی قدرت وقابلیت حاصل کرنا قوم کے لئے ناممکن ہوگا۔لہٰذا بالکل فطری اور سہل ترین قاعدہ یہی ہے کہ جس قوم کی ہدایت منظور ہواُسے اُسی کی زبان میں تعلیمات فراہم کی جائیں۔تاکہ اُس قوم کی حُجت باقی نہ رہے اور اُن پر خدا اور رسولؐ کی حُجت قائم ہوجائے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جب حضورؐ سرکارِ دوعالم تمام عالمین کے لئے رحمت ہیں۔پوری کائنات کے لئے نذیر ہیں۔اور اُن کی کتاب تمام عالمین کے لئے ذکر ہے۔تو کیا آپؐ کو وہ تمام زبانیں معلوم نہ ہونا چاہیں۔جو اس کائنات میں کہیں بولی گئی ہوں؟ یا

آئندہ بولی جائیں؟ اس میں خواہ درختوں کی زبان ہو یا پتھروں کی۔ چیونٹیوں کی زبان ہو یا پرندوں کی؟ جنّات و ملائکہؑ کی زبان ہو یا انسانوں کی؟ جبکہ حضرت سلیمانؑ علیہ السلام کو پرندوں کی زبان آتی تھی۔ چنانچہ قرآن کریم نے اُن کے دعویٰ کی تصدیق کی ہے کہ:۔

قَالَ یٰاَیُّھَا النَّاسُ عُلِّمۡنَامَنۡطِقَ الطَّیۡرِ وَاُوۡتِیۡنَا مِنۡ کُلِّ شَیۡءٍ ؕ اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الۡفَضۡلُ الۡمُبِیۡنُO(27/16)

(الف ک)۔ ''حضرت سلیمانؑ نے کہا کہ اے لوگو ہمیں پرندوں کی زبان سکھائی گئی ہے۔ اور ہمیں ہر چیز میں سے دیا گیا ہے۔ بتحقیق یہ سب کچھ ایک نمایاں فضل (خداوندی) ہے''۔

اس آیت میں حضرت سلیمانؑ کا پرندوں کی زبان جاننا تو ایک ایسا مسلّمہ امر ہے کہ جس پر سوائے چند جہلاء کے باقی تمام علماءِ اُمت اور تمام مسلمان متفق ہیں۔ لیکن جس چیز پر ہم آپ کی توجہ چاہتے ہیں۔ وہ اس آیت میں یہ ہے کہ۔ حضرت سلیمانؑ نے یہ نہیں فرمایا کہ صرف میں ہی پرندوں کی زبان سکھایا گیا ہوں۔ نہ یہ کہ صرف مجھے ہی تمام چیزیں دی گئی ہیں۔ اور نہ یہ کہا ہے کہ صرف مجھ ہی پر یہ فضل مبین ہوا ہے۔ بلکہ آپؑ نے اپنے اس دعویٰ میں جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے جس سے یا تو یہ سمجھنا ہوگا کہ۔

۔''ہم سب نبیوںؑ کو پرندوں کی زبان سکھائی گئی ہے یا یہ کہ کم از کم ہم تین نبیوںؑ کو پرندوں کی زبان سکھائی گئی ہے''۔

ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کوئی تکلف نہیں ہے کہ سب انبیاؑء پرندوں کی زبان جانتے تھے۔ لیکن ہم قرآن کریم کی موجودگی میں یہ ہرگز نہ مانیں گے کہ پرندوں کی زبان صرف حضرت سلیمانؑ ہی جانتے تھے۔ اور کوئی نہ جانتا تھا۔ لہٰذا ہم اس کو احتیاطاً یوں طے کرتے ہیں کہ جتنے انبیاؑء کو ضرورت تھی وہ سب جانتے تھے۔ اور جاننے والوں کی تعداد ہرگز تین سے کم نہ تھی۔ چنانچہ اگلی آیت میں مسلسل یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو انسانوں کے علاوہ پرندوں اور جنات کی افواج سے بھی کام لینے کی ضرورت تھی۔

وَ حُشِرَ لِسُلَیۡمٰنَ جُنُوۡدُہٗ مِنَ الۡجِنِّ وَ الۡاِنۡسِ وَالطَّیۡرِ فَھُمۡ یُوۡزَعُوۡنَO(27/17)

(الف ل)۔ ''سلیمانؑ کے لئے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کی فوجیں جمع کی گئیں اور اُنہیں ہر نوع کے حساب سے صف بستہ کھڑا کیا جاتا تھا''۔

لہٰذا حضرت سلیمانؑ کے لئے ضرورت ثابت ہوگئی۔ کہ انہیں مذکورہ تینوں گروہوں کی زبان پر پوری دسترس ہو۔ اور یہیں یہ اصول ثابت ہوگیا کہ جس نبیؑ کو بھی ضرورت ہو خدا اُسے وہ سب کچھ سکھائے جس کی ضرورت ہے۔ لہٰذا ہم قرآن کریم سے ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرتؐ تمام مخلوقات کے نذیر ہیں (25/1) اور یہ کہ تمام چرند پرند وحشرات الارض وغیرہ بالکل

انسانوں ایسی امتیں ہیں اور قیامت میں اُن سب کا حشر ہوگا (6/38)۔اُن تمام اُمتوں کا نبیؐ ظاہر ہے کہ وہی ہوسکتا ہے جو نذیر للعالمینؐ ہو۔اوران سب کے لئے تعلیمات اُسی کتاب میں ہوسکتی ہیں۔ جو ذِکرٌ للعالمین ہو۔اور اللہ نے تمام مخلوقات کو،خواہ جاندار ہوں یا بے جان ہوں، ہماری طرح کا شعور رکھتی ہوں یا کسی اور طرح کا، ہدایت کی ہے(20/50)

اور ظاہر ہے کہ تمام مخلوق کی ہدایت کا انتظام رحمت خداوندی کے ذمہ ہے۔اور اللہ کی رحمت ہونا تمام عالمین کے لئے صرف ذاتِ محمدیؐ کے لئے ثابت ہے۔پھر:۔

قرآن کریم میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی گئی (6/38)

اس میں ہر چیز کی تفصیل بتادی گئی ہے(16/89, 12/111)

اس میں ہر مثال موجود ہے(17/89 وغیرہ)

اور یہ تمام مثالیں انسانوں کے لئے بیان ہوتی ہیں اور ظاہر ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اور دیگر انبیاءؑ کرام بھی انسان ہی تھے۔لہٰذا قرآن میں ان کی ضرورت کی بھی ہر چیز موجود ہونا لازم ہے۔جبکہ یہ قرآن کتب سابقہ میں قسط وار نازل ہوتا رہا ہے اور تمام انبیاءؑ جن میں حضرت سلیمان علیہ السلام بھی داخل ہیں، کی تعلیمات اور ان کی کتابیں اس قرآن میں موجود ہیں۔(98/2-3) تو ہم ایمان لاتے ہیں کہ اس میں حضرت سلیمانؑ کی تمام قدرتیں داخل ہیں۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز حضورؐ سرکار دوجہاں کے لئے مسخر کردی گئی ہو(45/13) اور جنات یا پرندے وغیرہ ان کی تسخیر سے باہر ہوں یا دیگر مخلوقات کی زبانیں اُن کے قبضہَ قدرت سے ضرورت کے باوجود غائب ہوں۔

لہٰذا جو شخص پورے قرآن پر ایمان لانا چاہتا ہے۔اس کے لئے لازم ہے کہ وہ قرآن کریم کے واضح الفاظ میں بیان کردہ حقائق پر ایمان لائے۔اورصرف اس لئے کہ اس کی عقل میں فلاں بات نہیں آتی وہ اپنی ناقص عقل سے قرآن کریم کے خلاف کوئی دوسری تاویل نہیں کرسکتا۔کیونکہ اس کی عقل کسی عمر اور کسی وقت بھی آخری بات نہیں کہہ سکتی بہرحال یہ دین کا معاملہ ہے۔اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ ہے۔جس کا دل چاہے ان کو تمام انبیاءؑ اور رُسلؑ سے افضل مانے۔دل نہ چاہے تو خود اپنے سے بھی کم مان لے۔ ہمارا کام ہے قرآن کریم کی واضح آیات پیش کردینا، معنی ومفہوم سمجھا دینا، اس سے زیادہ

ہماری ذمہ داری نہیں ہے۔جن آیات کو ہم نے حضرت سلیمانؑ کے ذکر میں پیش کیا ہے۔ وہیں خداوند عالم نے بتایا ہے کہ جب حضرت سلیمانؑ چیونٹیوں کی ایک وادی میں داخل ہوئے تو ایک چیونٹی نے باقی تمام چیونٹیوں کو سلیمان علیہ السلام کے لشکر سے محفوظ رہنے کی ہدایات دیں (27/18) یہ گفتگو،قرآن کہتا ہے کہ،حضرت سلیمان علیہ السلام نے سنی اور سمجھی اور اس سننے اور سمجھنے پر اللہ کا شکر فرمایا۔چنانچہ ارشاد ہے۔

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكاً مِّنْ قَولِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعنِىٓ اَنْ اَشْكُرَ..الخ(27/19)

(الف م)۔''چنانچہ چیونٹی کی بات پر (حضرت) سلیمانؑ نے ہنستے ہوئے مسرت کا اظہار کیا۔اور کہا کہ اے میرے پرودگار مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری نعمتوں کا شکر کروں''۔

واضح ہو گیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام چیونٹیوں کی زبان بھی سمجھتے تھے۔لہٰذا ہمیں ماننا ہو گا کہ ہمارے پیغمبر صلوٰۃ اللہ علیہ بھی اُن کی زبان سے واقف تھے۔ چنانچہ اُمتِ مُسلمہ کا اس پر ایمان رہتا چلا آیا ہے کہ سابقہ انبیاءؑ کے تمام معجزات، اُن کی تمام صفات وغیرہ حضورؐ میں جمع تھیں۔لہٰذا وہ شخص جو حضورؐ کو کسی فضیلت میں بھی کسی رسولؑ سے کم شمار کرتا ہے وہ خدا کے سامنے خود ذمہ دار ہے۔ہم اُس پر جبر کا حق نہیں رکھتے البتہ اس سے اس کے عقیدہ پر قرآن وعقل کی بیّن دلیل ضرور مانگتے ہیں۔

(20) بات یہاں سے شروع ہوئی تھی کہ اللہ نے ہر رسولؑ کو اسکی قوم کی زبان میں ہدایت دینے والا بنا کر بھیجا تھا (14/4) لہٰذا آپ نے محمد مصطفٰےؐ کی رسالت کی وسعتیں ملاحظہ کی ہیں۔اس سلسلے میں ایک مقام یہ بھی ملاحظہ ہو کہ خدا نے کہا ہے کہ:۔

اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ o(13/7)

(الف ن)۔''سوائے اسکے(اور کوئی معنی) نہیں کہ تم تنذیر کرنیوالے اور ہر قوم کے لئے ہادی ہو''۔

اِس آیہ مبارکہ کو شامل کر لینے سے بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضورؐ تمام اقوام عالمین کیلئے ہادی ہیں لہٰذا قرآنی اصول (14/4) کے مطابق لازم ہے کہ آپ ہر قوم کی زبان سے اسی طرح واقف ہوں کہ جس طرح عربی زبان سے واقف تھے۔اور ہم تو یہاں تک مانتے ہیں کہ وہؐ جس شخص کو اپنے سینے سے لگا کر یہ دعا کریں کہ خدایا اسے فلاں زبان یا زبانیں تعلیم کردے۔تو آن واحد میں وہ شخص مطلوبہ زبان کا عالم ومعلم بن سکتا تھا۔اور احادیث میں ایسے واقعات موجود ہیں۔لیکن آپ دیکھ رہے ہیں کہ ہم احادیث کو اس مضمون کی بنیاد نہیں بنا رہے ہیں۔اس لئے کہ احادیث کی لفظ آتے ہی،

طرح طرح کے سوالات اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ سُنّیوں کی حدیث ہے یا شیعوں کی؟ حدیث کا راوی معتبر ہے یا کمزور؟ کس کتاب سے نقل کی گئی ہے؟ حدیث پر خود سُنی سُنّیوں سے اور شیعہ شیعوں سے متفق نہیں ہوتے۔ اور سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ حدیث کی کتابوں تک ہر شخص کی رسائی نہیں ہے۔ خدا کا فضل ہے کہ قرآن کریم ہر گھر میں پہنچ گیا ہے۔ رہ گیا ترجمہ۔ تو ہم ایسی بات کہتے ہی نہیں ہیں جو ہر ترجمہ سے ثابت نہ کی جا سکے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم ہر مترجم کو ترجمہ سے، باوجود اختلاف کے، مضمون زیر نظر کے ہر پہلو کو ثابت کر سکتے ہیں۔ اور اس کی ایک سہل سی ترکیب اپنے ناظرین کو بتائے دیتے ہیں۔ یعنی یہ کہ وہ ترجمہ میں بریکٹ کو قطعاً نظر انداز کر دیں۔ بریکٹ میں مترجم اپنا خیال یا اپنی رائے لکھا کرتا ہے۔ اور آپ کو صرف وہ چیز درکار ہے جو اللہ نے کہی ہو۔ پھر جس لفظ کے معنی میں مترجم کھینچ تان کرتا ہے۔ اس لفظ کو قرآن میں کئی جگہ دیکھیں۔ اس قسم کے مترجم ایک لفظ کا ترجمہ ہر جگہ بدل بدل کر کیا کرتے ہیں۔ اور بس یہ آپ کے لئے کافی ہے۔ اگر ہماری ضرورت ہو تو ایک بیرنگ خط لکھ دیں۔ ہم اسی ترجمہ سے مترجم کی چوری پکڑ دیں گے۔ افسوس یہ ہے کہ مترجم کسی نہ کسی مذہب کا حامل ہوتا ہے۔ اور ترجمہ کرتے وقت وہ یہ سوچ سوچ کر ترجمہ کرتا ہے کہ کہیں اس کے فرقہ کے تصورات پر ضرب نہ پڑ جائے۔ آج تک مارکیٹ میں کوئی ایسا ترجمہ نہیں آیا جس میں مترجم قومی یا جماعتی تصورات اور جذبات سے قطعاً الگ رہا ہو۔ یا اس نے قرآن کریم کی مجموعی تعلیم کو مدنظر رکھا ہو۔

(21) سلسلۂ گفتگو کو آگے بڑھانے کیلئے آپ سے چند باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے اکثر سنا ہوگا کہ ایک شخص سے جب ایسا سوال ہوتا ہے۔ جسکے جواب میں اسے اپنی مالی حالت بتانا پڑے۔ تو اس شخص کا جواب عام طور پر صحیح نہیں ہوتا۔ وہ اپنی عزت وآبرو کو محفوظ رکھنے کیلئے۔ ایسا جواب دینا چاہتا ہے جس سے جواب بھی ہو جائے اور بات بھی نہ بگڑے۔ مثلاً وہ کہتا ہے خدا نے سب کچھ دے رکھا ہے۔ یا خدا نے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اس کے جواب میں۔ ''سب کچھ''۔ یا۔ ''بہت کچھ''۔ سن کر خود سوال کرنے والا الجھ جاتا ہے۔ کیونکہ اگر وہ یہ اعتراض کرے کہ سب کچھ میں تو حکومت بھی ہے۔ اسے جواب دیا جائے گا کہ مجھے خود اپنے گھر والوں پر اور متعلقین پر حکومت حاصل ہے۔ رہ گئی سارے ملک کی حکومت تو یہ تمہارے سمجھنے کا قصور ہے۔ میرے سب کچھ یا بہت کچھ کے معنی یہ ہیں کہ میری ضروریات کے مطابق سب کچھ یا بہت کچھ دے رکھا ہے۔ اگر میں ملک کا بادشاہ ہوتا تو نہ تم یہ سوال کرتے اور نہ یہ میرا جواب ہوتا۔ دیکھا آپ نے! کہ بیچارہ سوال کرنے والا الجھا دیا گیا اور اسے بتایا کچھ بھی نہیں

گیا۔اب اگر سائل ایک ایک چیز کا نام لیکر دریافت کرنا شروع کرے تو بڑی مصیبت ہو جائے گی۔اسلئے کہ سب کچھ میں تو ساری کائنات کی اشیاء داخل ہیں۔وہ کہاں تک ایک ایک چیز کو دریافت کرتا رہے گا۔لیکن اگر جواب میں یہ کہا جاتا کہ جناب مجھے خدا نے۔''ہر وہ چیز دی ہے جو میرے پاس نہ تھی''۔اب پوچھنے والے کو چکّر نہیں دے سکتا۔کیونکہ اب اگر وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے اپنے گھر والوں اور متعلقین پر حکومت حاصل ہے تو ثابت ہو جائے گا کہ اسے اپنے گھر والوں اور متعلقین کے علاوہ کسی اور پر حکومت حاصل نہیں ہے۔لہٰذا اس کا جواب غلط نکلا۔اسلئے کہ اگر خدا نے اسے ہر وہ چیز دے دی ہوتی جو اس کے پاس نہیں تھی تو ضروری تھا کہ اسے اس کے گھر والوں اور متعلقین کے علاوہ باقی سب پر بھی حکومت دی جاتی۔جو آج بھی اس کے پاس نہیں ہے۔اور خود اس کے جواب میں نہ ہونا ثابت ہے۔بس اب آپ سمجھ گئے کہ سب کچھ یا بہت کچھ کہنے میں کئی جھگڑے پیدا ہو سکتے ہیں۔چنانچہ اب تک آپ قرآن کریم اور رسول کریم کے متعلق ایسی ہی آیتیں دیکھتے آئے ہیں۔اور خود حضرت سلیمانؑ والی آیت میں بھی یہ ہی تھا کہ ہمیں ہر چیز میں سے دیا گیا۔یعنی کوئی ایسی چیز نہیں رہ گئی ہے۔جس میں سے ہمیں کچھ نہ کچھ دے نہ دیا گیا ہو۔مگر یعنی کے بعد ہمارا جملہ ہے۔خدا نے ایسا نہیں کہا۔جھگڑا اس میں ہوگا۔کہ کیا خدا کا منشاء وہی ہے جو ہم نے یعنی کے بعد اپنے جملہ میں سمجھا۔یا یہ کہ۔''جن جن چیزوں کی ضرورت حضرت سلیمانؑ کو تھی وہ سب دیدیں؟ ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ سرکارِ دو عالَم کیلئے خدا نے مثبت اور منفی دونوں طرف سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ حضورؐ کے معاملے میں کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہی جو اُنؐ کو نہ دی گئی ہو''۔چنانچہ یہ تو آپ بار بار دیکھ چکے ہیں کہ قرآن کریم انہیںؐ دیا گیا۔اور قرآن کریم میں انہیںؐ اس کائنات کی ہر چیز دیدی گئی۔اب دوسرا طریقہ دیکھیے ارشاد ہے کہ:۔

> اَنۡزَلَ اللّٰهُ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ وَ الۡحِكۡمَةَ وَعَلَّمَكَ مَالَمۡ تَكُنۡ تَعۡلَمُ ؕ وَكَانَ فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ عَظِيۡمًا o(4/113)

(الف س)۔''تم پر اللہ نے الکتاب اور الحکمۃ نازل کی اور تمہیں ہر وہ تعلیم دی (یا ہر وہ علم دیا) جو تمہیں معلوم نہ تھی اور تم پر تو اللہ کا عظیم الشان فضل رہتا چلا آیا ہے''۔

ذرا سی توجہ دیں اس بات پر کہ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا تھا ۔''عُلِّمۡنَا'' ہمیں تعلیم دی گئی ہے یا ہمیں سکھایا گیا ہے بالکل اُسی مصدر اور مادّہ سے حضورؐ کے لئے فرمایا گیا۔''عَلَّمَکَ ''۔تعلیم دی تجھ کو۔ یا سکھایا تجھ کو۔حضرت سلیمانؑ جمع کا صیغہ

بولتے ہیں۔جس میں کم ازکم دو رسولؑ اور داخل ہو سکتے ہیں۔لیکن حضورؐ کے لئے اللہ واحد کی حیثیت قائم کرکے اس تعلیم میں مفرد و یکتا قرار دیتا ہے۔اور انہیں اس معاملہ میں رکھنا ہی تنہا چاہیے کہ ایسا کسی اور رسولؑ کیلئے فرمایا ہی نہیں گیا۔کہ اسے ہر اس چیز کا علم دیا گیا جو اُسے حاصل نہ تھا۔پھر حضرت سلیمانؑ اس جُزوی اور مشترک تعلیم کو فضل مبین ،ایک نمایاں فضل فرماتے ہیں (الف ک) لیکن سرکارؐ دو جہاں کیلئے بجاطور پر ایک عظیم الشان فضل فرمایا گیا۔یعنی فضل کی تمام صورتیں اور ساری وسعتیں آنحضرتؐ پر صرف کردی گئیں۔اسی لئے علماء صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ:۔

حُسن یوسفؑ ،دَم عیسیٰؑ ،ید بیضاداری　　　آنچہ ھمہ خوبان دارند تو تنہاداری

اس کے بعد کیا مجال ہے کسی ایسے شخص کی جو قرآن پر ایمان کا دعویٰ کرتا ہو۔اور کہہ دے کہ حضورؐ فلاں چیز کا علم نہ رکھتے تھے۔یادرکھئے کہ علم اپنے امکانی دائرہ کے اندر اتنا ہی ہے۔جتنا کہ رسالتمآبؐ کا علم تھا اور بس اور بس۔

(22) آپ روزانہ ایسے انسان دیکھتے رہتے ہیں۔جو مثلاً گریجویٹ ہیں لیکن صفائی،حسن،درستی اور صحیح رفتار کے ساتھ انگریزی نہیں بول سکتے۔دوسری طرف آپ ایسے علماء دیکھیں گے جو بڑی بڑی پگڑیاں باندھتے ہیں۔لیکن دومنٹ بھی عربی بول نہیں سکتے۔پھر ایسے بہت سے حضرات ملیں گے جو آپس میں ایک زبان بول لیتے ہیں۔لیکن اہل زبان کیساتھ نہ بول سکتے ہیں۔اور نہ اہل زبان کی باتیں سمجھتے ہیں۔ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ کسی کا پڑھا ہوا ہونا یا خود جاننا اور ہے۔اور کسی دوسرے کو پڑھا سکنا اور،اور تعلیم دینا ایک جدا قابلیت ہے۔چنانچہ ہر ایم۔اے پاس،ایم۔اے کے طلباء کو ایم۔اے نہیں بنا سکتا۔چنانچہ عالم اور مُعلّم میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔یہ زمین وآسمان کا فرق عالم اور معلم میں کیسے پیدا ہوتا ہے؟ اسکا مختصر سا جواب یہ ہے کہ پہلے ایک شخص کو عالم بنایا جاتا ہے پھر اسے طریقہ تعلیم سکھایا جاتا ہے۔طریقہ تعلیم سکھانے میں اسے بتایا جاتا ہے کہ تم نے علم النفس پڑھا تھا۔اسکے ذریعہ سے تمہیں متعلم یا طالب علم کی نفسیات کا پتہ لگانا ہے اور اس طرح پتہ لگانا ہے۔پھر اس کی موجودہ قابلیت کے مطابق اور اس کی نفسیات کالحاظ رکھ کر پہلے یہ اور اسکے بعد یہ پڑھانا ہے۔اُس کی خامیوں پر،چالاکیوں پر یوں نظر رکھنا ہے۔سستی اور کاہلی کے لئے یہ علاج کرنا ہے۔غبی الذھن کو ایک فطین بچہ کے ساتھ یوں چلایا جائے گا۔پھر منطق جو تم نے پڑھا تھا۔معلم ہوتے ہوئے اس کا استعمال یوں ہوگا اور اتنا ہوگا۔الغرض عالم صاحب کو ان کے علوم کے عملی پہلو بتانے سے مُعلّم کی

قابلیت حاصل ہوتی جائے گی۔اس تمہید سے ہم آپ کو اِدھر متوجہ کرنا چاہتے تھے کہ آنحضرتؐ صرف قرآن کے عالم ہی ہوتے تو یہ علم لامحدود اور بے انتہا ہوتا۔لیکن سرکارؐ تو قرآن کے معلم بھی ہیں۔اب دیکھنا یہ ہے کہ آپؐ کے معلم ہونے کے حدود کیا ہیں؟ آپؐ کہاں تک اور کتنی تعلیم دینے کے قابل اور مختار ہیں؟اَلاَمان۔ملاحظہ ہو۔فرمایا گیا کہ۔

(الف۔ع)۔''جیسا کہ ہم نے تم میں سے تمہارے لئے ایک ایسا رسولؐ بھیجا۔(1) جو تم پر ہماری آیتوں کی تلاوت کرتا ہے۔(2)اور تمہارے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے۔(3)اور تمہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔(4) اور تمہیں وہ سب کچھ سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔(5)چنانچہ تم میرا ذکر کرو۔میں تمہارا تذکرہ کرونگا۔اورتم میرا شکر کرو، اور کفر نہ کرو''۔

> كَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِيۡكُمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡكُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيۡكُمۡ وَ يُعَلِّمُكُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَوَ يُعَلِّمُكُمۡ مَّا لَمۡ تَكُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ٥ فَاذۡكُرُوۡنِىۡٓ اَذۡكُرۡكُمۡ وَاشۡكُرُوۡا لِىۡ وَلَا تَكۡفُرُوۡنِ٥(2/151-152)

اس آیہ مبارکہ پر کسی بحث کی گنجائش نہیں ہے۔سیدھے سادے روزمرہ استعمال ہونے والے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرؐت کے چار کام بتائے ہیں۔

(1) پہلا کام تلاوت ہے۔یعنی قرآن کریم کی آیات کو منشاء خداوندی کے مطابق تلفظ اور لب ولہجہ سے سنانا۔تاکہ اُسی لب ولہجہ اور تلفظ کے ساتھ قرآن مجید کو پڑھا جاتا رہے۔

(2) پھر اسلام لانے والوں میں سے جو لوگ آمادگی کا ثبوت دیں، اور خود کو اسلامی تربیت کے لئے حضوؐر کے سپرد کردیں۔ اُن کے قلوب واذھان واجسام کو، بتدریج، حسب گنجائش اور استطاعت نیز ذاتی کوشش میں، اِس قابل بنانا کہ وہ قرآنی تعلیمات کو جذب کرسکیں اور دنیاوی مزاحمتوں کے بالمقابل ان پرعمل کرسکیں۔

(3) پھر قرآن کریم میں عطا شدہ علوم وفنون اور حکمت کو تزکیہ کی نسبت سے تیار شدہ افراد کو سکھانا اور نظام حیات کی مُتنوّع شکلوں میں قرآن کریم سے لائحہ عمل بنانا۔

(4) جو افراد اس کے بعد بھی ترقی کی گنجائش رکھتے ہوں ان کو کائنات کے ہر ہر پہلو پر تعلیم دے کر ایسا مُعلم بنا دینا کہ ان

کے سامنے سے لفظ جہالت یا بے علمی غائب ہو جائے۔ اور وہ اس قابل ہو جائیں کہ قرآن مجید کی مکمل تعلیم امت میں جاری رکھ سکیں۔ اور کسی انسانی ضرورت یا سوال کے جواب میں لَا اَدْرِیْ (میں نہیں جانتا) نہ کہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ امت میں ایسے افراد تیار کر دینا جو بنی نوع انسان کی ہر ضرورت کو قبل از وقت محسوس کر کے ایک لامحدود ترقی کا قرآنی پروگرام پیش کرتے چلے جائیں۔ جن کے سامنے اس کائنات کی ہر چیز اُسی طرح مسخر اور مطیع ہو جیسا کہ حضورؐ کے روبرو تھی۔ جو علم کے اسی مقام پر فائز ہو جائیں جو:۔

عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ؕ وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا o (4/113) کے الفاظ میں سرکار دو عالمؐ کے لئے فرمایا گیا تھا۔ چنانچہ حضورؐ کی تعلیم سے ایسے افراد کا موجود ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے۔ اور ان ہی لوگوں کو:۔

عَلَّمَکُمْ مَّا لَمْ تَکُوْنُوْا تَعْلَمُوْن O(2/239) کے الفاظ سے ظاہر کیا گیا ہے۔ جو جمع کے صیغہ کی روشنی میں کم از کم تین افراد ہونا لازم ہیں۔ اس کے بعد آیت نے قیامت تک آنے والے انسانوں پر اس تعلیم کا شکر ادا کرتے رہنا فرض کر کے یہ بتا دیا۔ کہ یہ فضلِ خداوندی مسلسل اور غیر منقطع طور پر امت مسلمہ میں جاری رہیگا۔ اور آخر میں شکر ادا نہ کرنیوالوں کو کفر کا مرتکب قرار دیا گیا ہے۔ اس آخری آیت میں اللہ کا ذکر کرتے رہنے کا حکم ہے۔ یاد رکھیئے کہ اللہ نے اسی قرآن میں حضورؐ کا ایک نام ذکر بتایا ہے (65/10-11) خود قرآن کریم بھی ذکر ہے۔ اور اس کا 'ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ' ہونا ثابت ہے (68/52)۔ پھر یہ قرآن کریم خود ذکر کا حامل ہے وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ o (38/1) لہٰذا اللہ کا ذکر کرتے رہنے کے قرآنی معنی یہ ہوتے ہیں کہ رسولؐ کریم اور قرآن کریم کی بے پناہ و لامحدود تعلیمات کو منشاءِ خداوندی کے مطابق جاری رکھا جائے۔ جس کا لازمی نتیجہ خدا نے یہ مقرر فرمایا تھا۔ کہ خداوندِ کائنات ان صاحبانِ ذکر کا تذکرہ اس کائنات میں جاری رکھے گا۔

(23) آگے بڑھنے سے پہلے یہ مناسب ہوگا کہ ناظرین یہاں رک کر ایک نظر بازگشت پر ڈالیں اور جو کچھ اب تک عرض کیا گیا اُسے سمیٹ کر سامنے رکھیں۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔نظر بازگشت۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بات یہاں سے شروع ہوئی تھی کہ آج مسلمانوں کی مجموعی اصلاح و بہبود کو نہ صرف نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ بلکہ اب فرقہ پرست حضرات اپنے ہم خیال لوگوں کی بقا کے لئے باقی تمام مسلمانوں کے مٹ جانے اور تباہ و برباد ہو جانے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اس کافرانہ مقصد کو حاصل کرنے کے لئے انہوں نے علماء کا لباس اور اسلام کا دوہرا لبادہ پہن لیا ہے۔ وہ مفکرین و مفسرین قرآن کے معزز لقب سے آراستہ ہو کر قرآن بدست نکلے ہیں۔ وہ بلند میناروں، اونچے منبروں اور مزین اسٹیجوں سے تعلیم قرآن و تبلیغ اسلام کے نعرے لگا رہے ہیں۔ وہ نہایت مقدس لب و لہجہ میں، بڑی سادگی اور پرکاری کے ساتھ، مسلمانوں کو قرآن کریم اور رسول کریمؐ سے باغی کر رہے ہیں۔ وہ نہایت حسین انداز میں، متشابہات قرآنی سے دشمنانِ اسلام کا مشن چلا رہے ہیں۔ اس طرف اشارہ کرنے کے بعد ہم نے عرض کیا تھا۔ کہ قرآن کریم کی واضح ترین آیات کے سادہ ترین ترجمہ سے اگر کام لیا جاتا، اور اپنے ذاتی یا جماعتی تصورات کو قرآن میں داخل نہ کیا جاتا تو قرآن اور صاحبؐ قرآن کی صحیح پوزیشن مسلمانوں کے سامنے آ جاتی۔ اور مسلمانوں میں کوئی اختلاف پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ اور آج بھی قرآن کریم کے ترجموں میں ہیرا پھیری بند کر دی جائے تو مسلمانوں کے تمام اختلافات مٹ جائیں۔ چنانچہ ہم نے سرورؐ دوجہاں کی قرآنی عظمت دکھانے کے لئے چند آیات آپ کے سامنے پیش کیں۔ آپ نے دیکھا کہ قرآن کے سیدھے سادے ترجمہ سے ثابت ہو گیا کہ:۔

(24) مندرجہ ذیل (الف) (ب) (ج) (ہ) (ز) وغیرہ پچھلے صفحات پر موجود صفحات کے پیروں کے حوالہ جات ہیں۔

(الف) دشمنانِ اسلام، ابتداء ہی سے، قرآن کریم کو مسلمانوں میں فساد پھیلانے کا ذریعہ بنانے کا منصوبہ تیار کرتے رہے ہیں۔ (3/7)

(ب)، (ج) حالانکہ یہ قرآن مسلمانوں کے لئے ہدایت و رحمت کی بشارت بن کر آیا تھا۔ اس میں اللہ نے چاہا تھا کہ مسلمان کائنات کی ہر چیز کی مفصل حالت پر اطلاع حاصل کریں۔ اور یہاں کسی بھی حیثیت سے نقصان اور خسارہ سے دوچار نہ ہوں۔ (16/89,12/111) مگر دُشمنانِ اسلام نے شیطانی قوتوں سے فائدہ اٹھایا۔ اور قرآن کو مسلمانوں کے سامنے اس طرح پیش کرتے رہے ہیں کہ وہ قرآنی عظمت پر مطلع نہ ہو سکے۔ اور اپنی علمی بے کسی و مالی بے بسی کی بناء پر براہ راست قرآن

تک نہ پہنچ سکے۔ اور اس طرح فیوضِ خداوندِ کریم و رسولِؐ کریم اور قرآنِ کریم سے محروم رکھے گئے۔ دوسری طرف انہوں نے مسلمانوں کو لاتعداد ٹکڑوں اور فرقوں میں بانٹنے کے لئے فرعونی جادو پھونک دیا۔ نمازی نمازیوں کے سامنے تیغ بکف رہتے چلے آئے، مومنین مومنوں سے جہاد کرتے مالِ غنیمت لوٹتے اور ثواب سمجھتے رہے۔ مسلمانوں پر مسلمان برسرِ عام، عبادت سمجھ کر لعنت اور تبرا کرتے رہے۔ اور اس طرح مسلمانوں کے درمیان سے فضل خداوندی اُٹھ گیا۔ انہیں بے مہار دیکھ کر رحمت خداوندی نے منہ موڑ لیا۔ ورنہ اس قرآن کی موجودگی میں یہ کیسے ممکن تھا۔ کہ مسلمان رحمت و ہدایت و تعلیم و تبشیر سے محروم رہ جاتے۔ یہ صرف اس لئے ہوا کہ قرآن کریم میں عروج و زوال کی ہر تمثیل کے ہوتے ہوئے اس کی طرف سے کافرانہ روگردانی کرائی گئی۔ (17/89) اور قرآن سے روگردانی خدا اور رسولؐ سے روگردانی تھی۔ اس لئے ہمیں مصائب و آلام نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ ہم نے اکثر و بیشتر قرآن کے ساتھ جھگڑا کیا۔ دشمنوں کی اسکیم کے مطابق اس کی آیات کی تفہیم کی (ہ)**(18/54)** قرآن کریم کو بے عیب سمجھنے کے بجائے اس کے نقائص کی فہرستیں بنائیں۔ ایسا کرنے میں نہ خدا کا خوف آیا۔ نہ ایک دوسرے کو نصیحت کی بلکہ لوگوں کو عربی زبان سے سو فیصد ناواقف رکھنا ضروری سمجھا۔ (ز)**(39/27-28)** علوم قرآن سے محروم رکھنے کی یہ اسکیم قرآن کریم کے نزول کے ساتھ ساتھ چلی، بڑھتی، پھولتی پھلتی رہی اور آج اپنے پورے شباب کے ساتھ مہلک ترین اسلحہ تھامے تمام مسلمانوں پر حملہ آور ہے۔ مسلمانوں کو مسلمانوں ہی سے ذبح کرانے کے لئے ان کے ہاتھوں میں موزوں ترین آلات و ہتھیار دے دیئے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ ہم ان اسلحہ کی فراہمی پر خوش اور مسرور ہوتے ہیں۔ اور دعائیں دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم نے دشمنی اور دشمنوں کی تمام قسموں کو تفصیل سے بیان کر دیا تھا۔ ہمیں اس کتاب میں تعقل، (ح)(43/1-4) اور طہارت، (ی)(56/77-79) کی شرط پر کائنات کے ذرہ ذرہ پر مطلع کرنے کا سامان کیا گیا تھا (ل)(6/59)۔

ہمیں بتایا گیا تھا کہ اس قرآن میں کسی طرح کی کمی نہیں چھوڑی گئی۔ حتیٰ کہ حشرات الارض، چرند اور پرندوں تک کے حالات و تفاصیل دے دی گئی ہیں۔ اور چونکہ ان سب کا اللہ کے حضور حشر و نشر ہونا ہے اس لئے یہ بھی بتا دیا کہ وہ انسانوں ہی کی مثل امتیں ہیں۔ یعنی سرکارؐ دوعالم کے نذیر للعالمین اور رحمۃ للعالمین ہونے کے معنی کی وضاحت کی تھی۔ تاکہ مسلمان اس کائنات کی ہر ہر مخلوق کو آنحضرتؐ کی اُمت سمجھ کر اُن سے فوائد حاصل کریں۔ اسراف سے بچیں اور کائنات کی ہر چیز کو اپنی طرح ذمہ دار خیال

کر کے اسے استعمال کریں۔یعنی تقویٰ کی انتہائی منزل تک جا پہنچیں(ن)(6/38)ادھر خداوند عالم اور رب العالمین کی حاکمیت اور قدرت کی وسعتوں کو دیکھنے کے لئے کائنات کی وسعتوں کو بیان کیا گیا(س)(37/5)(ع)(70/40) تاکہ مسلمانوں کو اندازہ ہو کہ خدا نے ان کی کتاب میں انہیں کس قدر قدرت وقوت عطا کرنے کا ارادہ کیا ہے۔انہیں بتایا گیا کہ یہ وسیع ترین کائنات اور اس میں موجود ہر شے کا علم تمہیں اس لئے دیا گیا ہے کہ تم اس کائنات میں ہماری رحمتؐ کے وسیلہ سے حکومت کرو۔ یہاں کی ہر چیز تمہارے سامنے سر جھکانے کے لئے پیدا کی گئی ہے(ف)(16/12)(ص)(45/13)۔

لیکن ہمیں قرآن میں تعقّل وتفکّر سے روکا گیا۔قرآن پر عمدہ قسم کا جزدان چڑھوا کر خود ہمارے ہاتھوں سے بھول اور نسیان کے بلندترین طاق میں رکھوا دیا گیا۔اللہ نے کہا تھا کہ یہ قرآن اور یہ رسوؐل تمہیں کائنات کے علوم اور تسخیر عطا کریں گے۔ لیکن ہمیں بتایا گیا کہ رسولؐ (معاذ اللہ) ایک چٹھی رساں تھا۔اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ بڑے بھائی کی سی ہے۔اس سے معاذ اللہ غلطیاں سرزد ہوئیں۔یا یہ کہ وہ صرف نور تھا تم اُس کے قدم بقدم چل ہی نہیں سکتے درود پڑھو۔ صلوٰ ۃ اللّٰہ علیہ کہو اور بس۔قرآن کے متعلق کہا گیا کہ (معاذ اللہ) یہ ایک مجمل، بے ربط، نامکمل کتاب ہے۔اِس میں سینکڑوں نحوی وصرفی غلطیاں ہیں۔دنیا میں سینکڑوں ایسی ضرورتیں ہیں جن کا قرآن میں تذکرہ تک نہیں ہوا۔یا یہ کہا گیا کہ یہ بڑی مقدس کتاب ہے۔جب کبھی اسے اٹھاؤ تو بوسہ دو۔اس کی طرف پشت نہ کرو۔اس سے اسی طرح ڈرو جیسا کہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔خبردار پڑھنے میں اگر زیر وزبر اور پیش کی غلطی ہو جائے تو جہنم واجب ہو جاتی ہے۔سمجھنے کی کوشش سے یہ کہہ کر روک دیا گیا کہ اس کو کوئی سمجھ ہی نہیں سکتا۔جب تک ساٹھ علوم پڑھ کر بوجھ بجھکڑ نہ بن جائے۔بلامعنی پڑھنے میں ہر قسم کا ثواب بتا دیا گیا۔اور صرف قرآن کے سطروں پر انگلی پھیر لینا کافی بتا دیا گیا۔اور یوں دشمنانِ اسلام نے ہمیں فیوض وفضل خداوندی سے باز رکھا۔

(25) پھر آپ نے اس کائنات کی وسعتوں اور تفصیلات میں سے گذرتے ہوئے دیکھا کہ سرکارؐ دوعالم سب سے پہلے مسلم بنائے گئے(ذ)(6/14) (ظ)(6/163)اور قرآن نے ثابت کیا کہ اس مسلم کائنات میں(ض)(3/83) حضورؐ نہ صرف سب سے پہلے اسلام لائے بلکہ وہؐ سب سے پہلے عابد ہیں(الف۔الف)(43/81) اور پوری کائنات اسلام و عبادت میں اُنؐ سے راہنمائی حاصل کرتی رہی ہے(ض)(3/83)(غ)(39/11-12)،(الف ب)(13/15)(الف

ج)(24/41) کائنات کی ہر چیز کی تخلیق وہدایت کے لئے نذیر للعالمین (الف ہ)(25/1) اور رحمۃ للعالمینؐ کو واسطہ بنایا گیا۔ اسی جگہ آپ نے یہ بھی دیکھا کہ قرآن کریم کی طرح رسولؐ کریم کا نام بھی اللہ نے ذکر بتایا ہے۔ (65/10-11) جہاں قرآن کریم کو سابقہ انبیاؑء کرام کی کتابوں میں آنے والا فرمایا (الف ز) (87/18-19) ،(الف ط) (26/193-196) وہیں سرکارؐ دوعالم اور تاجدارؐ انبیاء علیہم السلام کو سب سے پہلے آنے والا نذیر قرار دیا (الف و)(53/56) اور تمام سابقہ کتابوں کی تلاوت کا ذمہ دار قرار دیا (الف ح)(98/2-3) پھر حضورؐ کو تمام اقوام عالم، از اول تا آخر، کی زبانیں جاننا ضروری فرمایا گیا (الف ی)(14/4) حضرت سلیمان علیہ السلام کو جو کچھ ملا۔ وہ اسی قرآن کی تعلیم تھی۔ تمام انبیاء علیہم السلام پر انہی قرآنی تعلیمات کی اقساط نازل ہوئی تھیں۔ چنانچہ وہ تمام معجزات اور قدرتیں جو تمام انبیاؑء کو الگ الگ ملی تھیں اُن سب کا لولاک لما خلقت الا فلاک میں جمع ہوجانا لازم تھا۔ اس کی دوہری دوہری ضرورت ثابت ہوچکی ہے کہ ہر قوم کا ہادیؐ (الف ن)(13/7) عالمین کا نذیرؐ اور کائنات کی ہر مخلوق کیلئے رحمتؐ بننے والی ہستی کا علم وقدرت اور دائرۂ وسعت اسی قدر وسیع ہونا لازم ہے جس قدر ربوبیت کا دائرہ وسیع ہو۔ اسے ایسی ہی کتاب ملنا چاہیئے۔ جو تمام عالمین کے لئے ذکر ہو (36/69,38/87,6/90,81/27,68/52) جو کائنات کی ہر چھوٹی بڑی (34/3) خشک وتر (6/59) چیز پر مکمل تفصیلات اور ہدایات کی حامل ہو۔ اُدھر محبوبؐ رب العالمین کو جو منصب عطا کیا گیا وہ ہرگز پورا نہیں ہوسکتا تھا۔ اگر خداوند عالم انہیںؐ تمام مخلوقات سے پہلے پیدا نہ کرتا اور باعث تخلیقِ کائنات نہ بناتا۔ اُن کو اس عظیم ترین کتاب کی تعلیم اور تعلّم پر کسی طرح قدرتِ تامہ حاصل نہ ہوتی۔ اگر خالق کائنات نے اُن کو اس پوری کائنات کی ہدایت کے لئے رحمت اور واسطہ قرار نہ دیا ہوتا۔ وہؐ ہرگز نذیر للعالمین نہ کہلاتے اگر انہیںؐ یہ قرآن ذکر للعالمین بن کر نہ ملا ہوتا۔ الغرض اللہ نے اپنے خاص انتظام تخلیقی سے سرکار دوؐ عالم کو یہ سند دیدی کہ وہؐ انسانوں کو وہ سب کچھ سکھا سکتے ہیں جو انہیں معلوم نہ تھا۔ (الف ع)(2/151-152) اور یہ کہ وہ حضورؐ ہر وہ علم رکھتے ہیں۔ جو انہیں معلوم نہ تھا۔ (الف س)(4/113) اس طرح آپ کے رسولؐ مجسمہءِ علم اور بنیاد علم ہیں اور اس طرح اللہ کا فضل عظیم اس امت مسلمہ پر پوری توجہات کے ساتھ برسا اور رحمتؐ خداوندی کی فراوانیاں ہمارے لئے عام کر دی گئیں۔

لیکن ہم نے کیا کیا؟ اس سوال کا جواب بڑا دردناک ہے۔ جو ہم نے اپنی کتاب۔ ''مواخذہ''۔ میں پانچ ہزار صفحات میں سمیٹنے کی

کوشش کی ہے۔ بہر حال گذر گیا جو کچھ اس امت پر گذرنا تھا۔ اور اس کا تذکرہ بھی قرآن واحادیث میں تفصیل سے آیا ہے۔ اور خود اسی آیت میں (2/151-152) جہاں حضورؐ کی معلمانہ وسعتوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ بتایا گیا تھا۔ کہ تمہاری فلاح و بہبود اور اقوام عالم میں تذکرہ اس شرط سے مشروط ہے کہ تم میری تعلیمات کا شکر ادا کرتے رہو۔ چنانچہ ناشکری کو کفر قرار دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری نماز، ہمارے روزے اور دن رات کی عبادتیں شمار نہ ہوئیں۔ کفر کے بعد شمار؟ بہر حال اس تعلیم سے روگردانی آج ہمیں وہاں لے آئی کہ ہم اپنے ہونہار بچوں کی ہر ممکن تربیت کر رہے ہیں۔ دینی درسگاہوں کے ساتھ ساتھ دیگر علوم کی درسگاہوں میں تعلیم دلاتے ہیں۔ دن رات نماز پڑھ کر، خوش اخلاق رہ کر، اپنے بچوں کو نیک نمونہ فراہم کرتے ہیں۔ لیکن ہم ہاتھ ملتے رہ جاتے ہیں۔ جب دیکھتے ہیں کہ نوجوانانِ قوم ہوش سنبھالتے ہی نہ صرف ہم سے بغاوت کرتے ہیں۔ بلکہ خدا اور رسولؐ اور اسلام و قرآن کا مضحکہ اڑاتے ہیں۔ جس حقیقت کا ہم اعلان کر رہے ہیں۔ یہ ہر عبادت گذار، ہر نیک دل، ہر عالم اور ہر صاحب اولاد پر گذر رہی ہے۔ خدا کا انکار کرنے پر شاید لاعلمی اور استطاعت کی کمی کی بناء پر اللہ کسی انسان کو معاف کر دے۔ لیکن اس درد ناک اور تباہ کن حقیقت کے انکار کرنے والے کو نہ خدا معاف کرے گا نہ قوم معاف کرے گی۔ اس لئے کہ اس حقیقت کو سمجھنا اور اس کو تسلیم کرنا ہی تو دراصل خدا کا اقرار ہے۔ اسی کا اقرار تو قرآن کریم اور رسولؐ کریم کا اقرار ہے۔ یہی اقرار توبۃ النصوح بن سکتا ہے۔ اور اسی حقیقت کو مان لینے اور پھر قرآن اور صاحب قرآن کی طرف رجوع کرنے ہی میں تو سب کی فلاح و بہبود منحصر ہے۔ اسی کے اقرار سے تو ہمیں کائنات پر تسخیر کی کنجیاں مل سکتی ہیں۔ یہی اقرار ہم سے روٹھی ہوئی رحمت کو منا سکتا ہے۔ یاد رکھو کہ ہماری اس ناشکری اور قرآنی الفاظ میں کفر نے قرآن و صاحب قرآنؐ پر بڑا ظلم کیا ہے۔ کسی کو ستاتے رہنا اور ساتھ ہی معافیاں طلب کرتے رہنا بھی ظلم ہے۔ ظلم پر ظلم کر کے معافی کی امید احمقانہ فعل ہے۔ آیئے ہم عہد کریں کہ ہم قرآن کریم کے بیان کردہ حقائق کو مِن وعن تسلیم کریں گے۔ ایمان لائیں گے اور ان سے سر مو تجاوز نہ کریں گے۔ جو چیز سمجھ میں نہ آئے گی وہاں رک جائیں گے۔ اپنے خیال، تجربہ اور رائے سے کوئی قدم نہ اٹھائیں گے۔ جب تک قرآن کریم سے راہنمائی نہ ملے۔ اور جہاں مجبوری سے اس کے خلاف ہو جائے گا، اسے اپنی کمزوری خیال کریں گے۔ یہ نہ کہیں گے کہ جو کچھ ہم نے خود طے کر لیا تھا وہی خدا کی مرضی تھی۔ اسلام میں اس سے بڑا گناہ کوئی نہیں ہے۔ اپنی ذاتی رائے، خیال، تجربہ اور قیاس سے عمل کر لینے کی رسولؐ کو

بھی اجازت نہ تھی۔ حالانکہ انھیں غلط خیال آ ہی نہ سکتا تھا۔ جو حقائقِ کائنات کو نہ صرف جانتا ہو۔ بلکہ جس کو چاہے بتا سکتا ہو۔ اسؐ کا کوئی خیال غلط ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر ہمیں تعلیم دینے کے لئے خدا نے اپنے نبیؐ کو بار بار تاکید کی کہ تو صرف قرآن پر عمل کر (50/45)(17/9)(28/85) اور اُن کو حکم دیا کہ اعلان کر دو کہ میں صرف قرآن پر عمل کرنے پر مامور ہوں۔ اللہ نے مسلمانوں کو اسی لئے آنحضرتؐ کی اتباع کا مطلق حکم دیا۔ (3/31) کہ انؐ کی زبان سے نکلنے والی ہر بات خدا کی مُنزِّل وحی ہوتی تھی (53/4) اور انؐ کا ہر عمل اتباعِ قرآن میں سرزد ہوتا تھا (10/15-16) اسی لئے انؐ کے پورے اعمال کے لئے کہا گیا۔ کہ **کان خلقه القرآن** ۔ انؐ کے اعمال، چلنا، پھرنا، بولنا چالنا قرآن ہے۔

والسلام

خادم المسلمین

ابو جعفر سید محمد احسن عفی عنہٗ